پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

توبہ از صوفیہ بشیر

www.Paksociety.com

توبہ

از صوفیہ بشیر

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

''ایک جملے میں اتنی طاقت ہوتی ہے کیا کہ بندے کے جسم کا سارا خون سمیٹ کر اس کے رخساروں پر سجا دے۔''

دائم منیب نے بہت حیرت اور دلچسپی سے فلور کشن پہ بیٹھی خفا خفا سی حدیقہ کو دیکھا۔ جس کی آنکھوں میں حیا کے رنگ سج گئے تھے۔ مگ تھامے اور یونہی بالوں میں گھومتے دونوں ہاتھوں میں ہلکا ارتعاش اتر آیا تھا۔

''امی! یہ آپ اپنا ارادہ ظاہر کر رہی ہیں یا بھائی کو دھمکی دے رہی ہیں۔'' عائز نے معصومیت سے ماں سے سوال کیا۔ جواب میں ان کی گھوریاں ہی ملیں۔ پرواہ بھی کب کرنے والا تھا۔ ''رخصت کروانے کی کیا ضرورت ہے، پائی تو یہ ہر وقت ویسے بھی یہیں جاتی نہیں۔''

''ہاں تو میرا گھر ہے، میں رہوں گی یہاں۔ تمہیں تکلیف ہے کیا؟'' وہ جھٹکے سے کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔ دائم کی ٹھہری ٹھہری سی نگاہوں کا مرکز وہ روپ تو چند پل کا تھا۔ جلد ہی وہ اپنے آتشیں مزاج میں لوٹ آئی۔

''نہیں نہیں... میری مجال جو مجھے کوئی تکلیف ہو۔ اور اگر ہو تو اسے نوک زباں تک لاؤں؟'' اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر عائز نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''بڑی بہو ہوں اس گھر کی... میرے ساتھ تمیز سے بات کیا کرو تو اچھا ہے۔'' مگ میز پر پٹخ کر اسے خبردار کرتی ہوئی وہ لاؤنج سے نکل گئی۔ امی بھی اس کی پیچھے پیچھے چلی گئیں۔

''توبہ توبہ... میں بتا رہا ہوں بھائی! میرا گزارا مشکل

مکمل ناول

www.Paksociety.com

ہے اس لڑکی کے ساتھ۔"

"گزارا تمہیں نہیں' مجھے کرنا ہے۔" دائم نے بے چارگی سی صورت بنائی۔

"مجھے آپ سے پوری ہمدردی ہے۔"

"عائز! تمہیں مسئلہ کیا ہے۔ بچی گھڑی دو گھڑی کے لیے آتی ہے اور تم اسے خفا کرکے بھیج دیتے ہو۔" امی نے واپس آکر اس کی خبرلی۔

"گھڑی دو گھڑی کے لیے۔۔۔ امی! مجھے تو لگتا ہے وہ رہتی ہی یہیں ہے۔" اس نے پکوڑوں سے بھرے منہ سے اپنی والدہ کے لفظوں پر نکتہ اعتراض اٹھایا۔

"ہاں تو اس کا گھر ہے۔ جب جی چاہے آئے۔ جب تک دل چاہے' رہے۔"

"اس کا گھر۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے' میری بیوی کے لیے اس گھر میں کوئی جگہ ہی نہیں۔"

"تمہاری بیوی۔۔۔" امی عارضہ قلب میں مبتلا ہونے لگیں۔

"ہونے والی۔" اس نے بروقت تصحیح کرکے ماں کو صدمہ سے بچایا۔ پھر ان کی گھوریوں کی تاب نہ لاکر لاؤنج سے کھسکنے لگا۔

"دائم! تم بھی پتا نہیں' پھر کس کورس کے چکر میں پڑ گئے' شادی کرلیتے' بچی کو رخصت کرواکے گھر لے آتے تو اچھا تھا۔" امی پھر اسی موضوع کی طرف آگئیں' جس کے شروع ہونے پہ حدیقہ کا چہرہ گل رنگ ہوا تھا۔

"ایک سال کی تو بات ہے امی!"

"ایک سال۔۔۔ ایک سال کم نہیں ہوتا دائم! بچی ہے کہ ایک دن بھی سکون میں نہیں ہے وہاں۔"

"بچی رخصت ہوکر آگئی تو میرے ہنستے مسکراتے راج دلارے بھائی کا کوئی دن سکون میں نہیں ہوگا۔" عائز جاتے جاتے واپس پلٹا۔

"عائز!" اس سے پہلے کہ امی اس تک پہنچتیں' وہ پلیٹ میں پڑے آخری دونوں پکوڑے منہ میں ڈال کر ایک جست میں لاؤنج سے باہر تھا۔

دائم مسکرا کر رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

دھیرے دھیرے گھونگھٹ سرکاتی صبح کی تمام تر خوب صورتی کو سراہتے ہوئے اس کی تازگی کو سانس سانس میں سموتے ہوئے وہ اپنے دن کا آغاز کرتا تھا۔ سحر خیزی اور صبح کی سیر اس کی عادت تھی۔ جن دنوں عائز پر وزن کم کرنے کا بھوت سوار ہوتا' وہ بھی صبح کی چہل قدمی میں اس کا ساتھ دے دیتا۔ اور جب وہ اپنا چار کلو وزن گھٹانے میں کامیاب ہوجاتا پھر وہ دن چڑھے تک گھوڑے گدھے بیچ کر سوتا رہتا۔

آج کل بھی وہ دائم کا ساتھ نہیں دے رہا تھا' مگر اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ اپنے بڑھتے وزن کی طرف سے لاپروا ہوگیا تھا۔ بلکہ رات بھر موبائل پر لگا رہتا۔ پھر بھلا صبح کی سیر کیسے ممکن ہوتی۔ چنانچہ دائم آج بھی اکیلا ہی سیر پہ نکلا تھا۔ جب وہ قریبی پارک سے لوٹا تو حدیقہ لان میں ادھر سے ادھر تیزی سے چکر لگاتی نظر آئی۔ اس نے حیران ہوتے ہوئے ایک نظر گھڑی پہ ڈالی اور پھر اس کی طرف چلا آیا۔

"حدیقہ! خیریت۔۔۔ اتنی صبح صبح؟"

"کیوں۔۔۔ اتنی صبح صبح نہیں آسکتی کیا میں۔۔۔ گھر ہے یہ میرا' جب چاہے آؤں۔ یا تمہیں بھی عائز کی طرح تکلیف ہے؟" وہ اس پہ چڑھ دوڑی۔

"عائز صحیح کہتا ہے' تمہارے ساتھ گزرا واقعی مشکل ہے۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا لان میں پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ "میں تو اس لیے پوچھ رہا تھا کہ اتنی صبح تمہیں کبھی دیکھا نہیں ناں۔"

"آج میں نے جو اس منحوس کی صورت اتنی صبح دیکھ لی۔" جتنی تیزی سے وہ چکر کاٹ رہی تھی' اتنی ہی تیزی سے اس کی زبان بھی چلی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی سرزنش کرتا' حدیقہ کا فون بج اٹھا۔

"یہیں ہوں' مر نہیں گئی۔۔۔ اور آپ بھی سن لیں' جب تک وہ ذلیل عورت اس گھر میں رہے گی۔ میں

اس گھر میں قدم بھی نہیں رکھنے والی۔"

دوسری طرف یقیناً "پھپھو" تھیں' دائم کو اندازہ ہوگیا تھا۔

"کہیں بھی رہ لوں گی' آپ میری فکر چھوڑ دیں۔۔۔ دائم منیب کے گھر جگہ نہیں ہوگی تو بھاڑ میں چلی جاؤں گی مگر واپس اس گھر میں نہیں آؤں گی جہاں وہ۔۔۔"

آگے اس کی ایسی شعلہ بیانی شروع ہوئی کہ دائم کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔

"کسی کے لیے اس طرح سے بات نہیں کیا کرتے۔" وہ موبائل پٹخ کر ساتھ آبیٹھی تو دائم نے نرمی سے سمجھانا چاہا۔

"اس کے لیے ایسے ہی بات کرتے ہیں۔ تم نہیں جانتے وہ بلڈی بچ۔۔۔"

"حدیقہ!" دائم کا لہجہ سخت ہوا' اس کی زبان وہیں رک گئی۔

دائم مزید کچھ نہیں بولا مگر اس کی آنکھوں اور چہرے سے غصہ اور خفگی ظاہر ہورہی تھی۔ جس قسم کی زبان وہ آج کل استعمال کرنے لگی تھی' وہ دائم جیسے مہذب اور نفیس طبیعت بندے کی برداشت سے باہر تھی۔

وہ لب بھینچ کر کچھ دیر اس کی طرف دیکھتی رہی پھر جھٹکے سے اٹھی اور چل دی۔ رخ گیٹ کی طرف تھا۔ دائم نے آواز دی مگر وہ رکی نہیں۔ اس نے تیزی سے [illegible] سے آکر اس کا بازو تھاما۔ وہ خاموشی سے اس کی [illegible] دیکھنے لگی۔ اس کی سیاہ آنکھوں کی بھیگتی سطح دائم [illegible] بس سا کر گئی۔

"میں تو اس لیے خفا ہورہا تھا کہ اس طرح گالیاں [illegible] ہمارے بچے بھی گالیاں دینا سیکھ جائیں گے اور [illegible] قابل فخر بات تو نہیں ہوگی ناں!" وہ اس کا گال [illegible] ہوئے نرمی سے کہہ رہا تھا۔

"اگر ان کا باپ بھی میرے باپ جیسا نکلا تو گالیاں [illegible] کھائیں گی انہیں۔" اس نے دائم کا ہاتھ جھٹک کر [illegible]۔

"اتنا غصہ!" دائم نے تاسف سے سر ہلایا۔ "چلو ایک بات تو ثابت ہوئی' نفرت میں محبت سے زیادہ طاقت ہوتی ہے۔" وہ نا سمجھی کے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب؟"

"دیکھو ناں! ان خاتون کا چہرہ صبح صبح دیکھ کر حدیقہ دائم کو غصہ تو آجاتا ہے' مگر اپنے دائم کو صبح سویرے دیکھ کر ان کے موڈ پر کوئی خوش گوار اثر نہیں پڑتا۔" وہ بڑی معصوم سی صورت بنائے کہہ رہا تھا۔

وہ بے اختیار مسکرادی۔ وہ چند پل اسے دیکھتا رہا۔ صبح اور نکھر گئی تھی۔

"تم مسکراتے ہوئے بہت اچھی لگتی ہو۔" وہ ہنس دی۔

"ہنستے ہوئے تو اور بھی اچھی لگتی ہو۔" وہ فوراً بولا۔

"دائم! تمہارا تصور' تمہارا چہرہ ہی تو ہے' جو مجھے خوش رکھتا ہے ورنہ تو۔۔۔"

"چلو آؤ' تمہیں ناشتا کروادوں۔" اس سے پہلے کہ وہ پھر اپنا جی جلانے لگتی' دائم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اندر کی طرف بڑھا۔ اس وقت تو وہ آرام سے اس کے ساتھ یہ فرمائش کرتی ہوئی چل دی کہ "صرف چائے پیوں گی' وہ بھی تمہارے ہاتھ کی بنی" مگر بعد میں پچھتائی کہ کاش وہ اس کے ساتھ اندر نہ گئی ہوتی۔ چلی گئی تھی تو اس کے ہاتھ کی بنی چائے کا ایک کپ پی کر نکل آتی۔ تاکہ نہ مامی اور مائرہ کے اصرار پہ ناشتے کی میز پہ بیٹھنا پڑتا اور نہ ہی ماموں کا سامنا ہوتا۔ اور اگر سامنا ہوگیا تھا تو کاش دائم وہیں ہوتا' اپنے کمرے میں نہ گیا ہوتا۔

مگر حقیقت یہی تھی کہ اس وقت منیب حسن اس کے سامنے کھڑے اپنے ازلی خشک لہجے میں اس سے پوچھ رہے تھے۔ "تم اس وقت۔۔۔ اتنے سویرے یہاں؟"

اور وہ واحد انسان تھے' جن سے وہ بڑی دھونس کے ساتھ یہ بھی نہ کہہ پاتی "میرا گھر ہے' جب جی چاہے گا

آؤں گی۔" وہ محض نظریں جھکا کر لب کاٹ کر رہ گئی۔
"کبھی اپنے گھر میں بھی ٹکا کرو۔ باپ کو شکل دکھاتی رہو گی تو اسے یاد رہو گی۔ ورنہ وار دے گا وہ سب کچھ اس عورت پہ۔" کرسی پہ بیٹھتے ہوئے انہوں نے اپنے ناشتے کا آغاز اسی ہدایت سے کیا۔
"وار دیں، بے شک وار دیں۔ مجھے ان کے پیسے، جائیداد کی ضرورت بھی نہیں۔" وہ منیب حسن کے سامنے خاموش رہنے میں ہی بہتری سمجھا کرتی تھی، پھر بھی جانے کیسے کہہ گئی۔
"ایک تو تم عورتیں۔ جاہل، جذباتی۔" حقارت ان کے لفظوں سے زیادہ لہجے سے جھلک رہی تھی۔ "اکڑ پتا نہیں کس بات کی دکھاتی ہو۔ ہو کیا۔ ہو کیا آخر تم اپنے باپ کے نام، باپ کے پیسے کے بغیر؟"
وہ پراٹھے کا نوالہ منہ تک لے جانا بھول گئی۔ ان کی طرف بے یقینی سے دیکھتی رہی۔
یہ شخص اس کا ماموں تھا، سگا ماموں۔
یہ سچ ہے کہ منیب حسن نے اپنے لب ولہجہ، اپنے الفاظ، اپنے رویے سے کبھی کسی کو عرش پہ نہیں بٹھایا تھا۔ پھر بھی حدیقہ نے کبھی نہ سوچا تھا کہ وہ اپنی بھانجی، اپنی بہو کی ہستی کو یوں سرے سے جھٹلا دیں گے۔
"اپنے باپ کے نام، اس کے پیسے کے بغیر کچھ نہیں میں؟" اس کی آواز کا زور ختم ہو گیا تھا۔
"نہیں بیٹا! تمہارے ماموں کے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا، وہ تو کہنا۔۔۔"
"میرا مطلب وہی ہے، جو یہ سمجھ رہی ہے۔" منیب حسن نے ہاتھ اٹھا کر بیوی کو صفائیاں دینے سے روکا اور اطمینان سے جوس کا گلاس ہونٹوں سے لگاتے ہوئے اخبار آگے کر لیا۔
وہ کچھ دیر اس مادہ پرست شخص کو دیکھتی رہی۔ جب آنکھوں کے پیمانے چھلکنے کو ہوئے تو جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور تیزی سے ڈائننگ روم سے نکل گئی۔ مامی نے آنکھوں کے اشارے سے مائدہ کو اس کے پیچھے جانے کو کہا مگر باپ کی موجودگی میں وہ ہمت نہ کر پائی۔

☼ ☼ ☼

"میرے اور دائم کے باپ، دونوں مرکیوں نہیں جاتے۔"
اس جملے کو سن کر اگر عفت کا ہاتھ حدیقہ پر اٹھا تھا تو اس میں حیرت کیا تھی۔ وہ ان عورتوں میں سے تھیں جن کے باپ بھائی، شوہر یا بیٹے جو مرضی ستم ڈھالیں، جو چاہے ظلم کر جائیں، یہ ان پہ صدقے قربان ہوتی جائیں گی، مصلے پہ بیٹھی ان کی صحت و سلامتی ان کی ترقی و کامرانی کے لیے وظیفے پڑھتی نظر آئیں گی۔ سو بیٹی کے منہ سے ایسے منحوس الفاظ سن کر وہ اسے چومنے سے تو رہیں۔ جواب گال پہ ہاتھ رکھے بے یقینی سے ماں کی جانب دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں پانی جھلملا رہا تھا۔
"کیوں لیتی ہو میرا اتنا امتحان حدیقہ!" بہت دکھ سے بولتے ہوئے انہوں نے اپنا کانپتا ہاتھ صوفے کی پشت پر رکھ کر جیسے سہارا لیا۔ ذیابطیس کی مریضہ تھیں وہ۔ وقت پر کھانا اور دوا نہ لیتیں تو طبیعت بگڑنے لگتی، مگر آج صبح چھ بجے ہی حدیقہ اور رومانہ کے بیچ جو جھڑپ ہوئی، پھر حدیقہ تو گاڑی کی چابی اٹھا کر نکل گئی جبکہ انہوں نے ناشتا تو کیا، پانی کا گھونٹ تک منہ میں نہ ڈالا تھا۔ اور اب جسم کی رہی سہی طاقت بیٹی کو تھپڑ مار کر کھو بیٹھیں۔
"میں۔۔۔ میں لیتی ہوں امتحان اور آپ کے عزت مآب شوہر اور اس کی لاڈلی بیوی۔۔۔"
"حدیقہ! جیسا چل رہا ہے بیٹا، ویسے ہی قبول کر لو۔" انہوں نے اس کی بات کاٹ کر تھکے ہارے لہجے میں کہا۔ "آج عالم تمہاری ہر حرکت برداشت کر لیتے ہیں، کیونکہ تم ان کی اکلوتی اولاد ہو۔ ان کی ساری محبت کی حق دار۔ کل دوسری اولاد آگئی تو محبت بھی بٹ جائے گی، پھر۔۔۔"
"بٹ جانے دیں محبت۔ آپ کے حصے کی محبت سے بھی تو انہوں نے دوسری عورت کا دامن بھر دیا۔ لائق ہیں ناں آپ۔ میرے حصے کی محبت بھی اٹھا کر وہ دوسری اولاد پہ لٹا دیں گے تو کون سا مر جاؤں گی میں۔"
ماں سے تھپڑ کھا کر آنکھیں بے شک بھیگ گئی تھیں، مگر غصے پہ پھوار نہ پڑی تھی۔ لہجہ ابھی تک سلگ رہا تھا۔ "آپ کو شوق ہے تو بے شک ہو تارہے اس شخص کے ٹکڑوں پہ پلنے کا، اس کی نگاہ کرم کی بھیک مانگنے کا، جس نے بائیس سال۔۔۔ بائیس سال آپ سے محبت کے دعوے کیے اور بھلانے میں شاید پل بھی نہ لگایا۔ مجھے اس شخص کی محبت، اس کے نام، اس کے پیسے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ بات آپ بھی سمجھ لیں اور اپنے بھائی کو بھی سمجھا دیجئے گا۔"
عفت عالم کے اندر مزید بحث کی ہمت رہی نہ ہی کھڑے رہنے کی طاقت۔ وہ صوفے کی پشت کا سہارا لیے اس پہ گر سی گئیں۔ ان کا پورا بدن کانپ رہا تھا۔
"کیا ہوا عفت! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" عالم رتضیٰ آفس جانے کے لیے نکل رہے تھے۔ ان کی اڑی ہوئی رنگت دیکھ کر تیزی سے ان کی طرف بڑھے۔ حدیقہ باپ کو دیکھ کر ایک لمحہ بھی وہاں ٹھہری نہ تھی۔

☼ ☼ ☼

"پھول۔۔۔ پھول جیسی لڑکی کے لیے۔"
"اپنے باپ کو دو جا کر یہ پھول۔" حدیقہ نے اس سفید اور گلابی پھولوں کی جانب ہاتھ نہیں بڑھایا۔
"باپ روٹھا ہوا نہیں ہے بیوی روٹھی ہوئی ہے۔" دائم نے ذرا برا نہیں مانا اور اسی خوش گوار لہجے میں بولا۔
"تمہیں کیا لگتا ہے، ایسے میں مان جاؤں گی۔ ایسے ڈھنگ میرے باپ کو بھی بہت آتے تھے۔ وہ بھی لاتا تھا میری ماں کے لیے پھول۔۔۔ بائیس سال بے وقوف بنایا اس نے میری ماں کو ایسے ڈرامے کر کر کے۔" وہ پھر بظاہر اپنے موبائل میں پوری طرح گم ہو چکی تھی۔
دائم نے اپنا پھولوں والا ہاتھ ابھی بھی پیچھے نہیں کیا تھا۔
"حدیقہ! کیا ہم تھوڑی دیر کے لیے اپنے باپوں کو بھول نہیں سکتے۔"
"باپوں۔" اسے بے اختیار ہنسی آگئی۔ پھر نخرا کیا، اس نے گلدستہ تھام لیا۔
"پھول میں لے رہی ہوں، مگر ایک بات اچھی طرح سے یاد رکھنا دائم! تم الگ گھر لو گے تو ہی میں رخصت ہو کر تمہارے ساتھ جاؤں گی۔ ورنہ منیب حسن کے گھر میں تو میں اب قدم بھی نہیں رکھنے والی۔ یہ فیصلہ میں نے آج اس گھر سے نکلتے وقت ہی کر لیا۔"
"کچھ ایسا ہی فیصلہ آپ نے اس گھر سے نکلتے ہوئے بھی کیا تھا۔" دائم نے بڑے مزے سے اس کے

www.Paksociety.com

بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوئے اس کا جی جلایا۔
"کتنے کمینے ہو تم دائم۔" اس نے تکیہ اٹھا کر اس پر مارا۔
"توبہ توبہ۔۔۔ مجازی خدا کی یہ عزت۔"
"زیادہ سر پہ چڑھانے والی نہیں میں مجازی خدا کو۔ اپنی ماں کا حال دیکھ لیا ہے میں نے۔" وہ پھر سے تلخ ہونے لگی۔ "بس پوجنے کی کمی رہ گئی تھی' باقی سب کچھ کیا میری ماں نے اور کیا صلہ ملا انہیں' بائیس سال کی وفاؤں کا' خدمتوں کا۔۔۔"
"حدیقہ پلیز! ہر وقت ایک ہی بات پہ نہ کڑھا کرو۔ اور نہیں تو پھپھو کا ہی خیال کر لیا کرو۔ نہ کیا کرو ایسی باتیں ان کے سامنے۔ طبیعت دیکھی ہے کتنی خراب رہنے لگی ہے ان کی۔ ابھی مل کر آرہا ہوں بہت کمزور لگ رہی تھیں جیسے برسوں کی بیمار ہوں۔"
"ہاں تو چھوڑ کیوں نہیں دیتیں وہ اس شخص کو' جس نے ان کا یہ حال کیا ہے۔" ماں کی حالت وہ بھی دیکھتی تھی مگر دل میں ماں کے لیے جو غصہ تھا وہ اسے بے حس سا بنا دیتا۔
"چھوڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا حدیقہ!" دائم نے رسان سے سمجھانے کی کوشش کی۔
"کیوں آسان نہیں ہوتا۔۔۔ میرا شوہر ایسا کرے تو میں اسی وقت لات مار کر اپنی زندگی سے باہر نکال پھینکوں۔"
احساس توہین سے دائم کا چہرہ سرخ پڑنے لگا۔ اس کے باپ کے کسی بھی فعل کسی بھی عمل کا وہ ذمہ دار نہیں تھا۔ پھر بھی اپنا غصہ اپنی بھڑاس اس پر نکالتے ہوئے وہ اسے بھی بیچ میں گھسیٹ لائی۔
اس کا فون آیا تو وہ اپنے موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ عینا کا فون تھا مگر آواز صحیح نہیں آرہی تھی۔ وہ اٹھ کر "ہیلو ہیلو" کرتا ہوا بالکونی میں آگیا۔
"کس کا فون تھا؟" کمرے میں آیا تو حدیقہ نے پوچھا۔
"عینا کا۔"
"جہاں تک میں جانتی ہوں اس کا پورا نام نور العین ہے۔۔۔ لیکن لگتا ہے تمہاری بڑی بے تکلفی ہو گئی ہے اس سے۔" بڑا چبھتا ہوا لہجہ تھا اس کا۔
"ہاں تو۔۔۔ ہم ساتھ کام کرتے ہیں' دوست ہیں۔ اتنی بے تکلفی تو ہو ہی جاتی ہے۔" اس نے ضبط سے جواب دیا۔
"ہوں۔۔۔ ساتھ کام کرتے ہیں۔۔۔ بائی دا وے ایسی بھی کیا بے تکلفی ہو گئی کہ میرے سامنے بات نہیں ہو سکتی تھی۔"
"کمرے سے باہر میں اس لیے گیا تھا کہ سگنلز نہیں آرہے تھے یہاں۔" اس نے ذرا مشکل سے ہی اس کے لہجے کو ہضم کیا تھا۔
"میرے باپ کو بھی کمرے سے باہر ہی سگنلز ملتے تھے' جب اس حرافہ کا فون آتا تھا۔ تمہیں ابھی سے ایسے حربے آگئے۔۔۔ میں بے وقوف۔۔۔"
"بند کرو اپنی بکواس۔" اس کے لفظ اور لہجہ دونوں برداشت سے باہر ہوئے تو وہ چلا اٹھا۔ "تمہارا مسئلہ یہ ہے حدیقہ!" اس نے حدیقہ کا بازو سختی سے پکڑا۔ "بائیس سال تک تمہیں میری وفا پہ یقین نہیں آئے گا' ہاں تیئسویں سال شاید تم پہ ثابت کر پاؤں کہ میں تمہارے باپ جیسا نہیں۔" پھر ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑا اور اس کے کمرے سے باہر نکل گیا۔
وہ بھیگی آنکھوں سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

☼ ☼ ☼

"پھول۔۔۔ خوشبو جیسے شخص کے لیے۔"
دائم نے ایک نظر اسے دیکھا اور خاموشی سے سرخ گلاب تھام لیا۔ پھر اسے میز پر رکھ کر دوبارہ سے اپنے کیمرا کی طرف متوجہ ہو گیا۔
"خفا ہو؟"
"نہیں۔"
"میں جانتی ہوں تم خفا ہو۔" دائم کے یک لفظی جواب سے اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔
"خفا نہیں ہوں حدیقہ! ہاں دکھ ضرور ہوتا ہے جب تم یوں مجھ پہ شک کرتی ہو۔"

"سوری۔۔۔ آئندہ کبھی میں ایسا نہیں کروں گی۔" وہ شرمندہ سی اس کے قریب کھڑی تھی جبکہ دائم اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا' محض احساس دلانا چاہتا تھا۔ اس کا دائم پر شک کرنا' آئندہ زندگی میں مسائل کی بنیاد بنتا۔
"پیکنگ کرو میری۔" وہ کیم کورڈر کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے نارمل لہجے میں بولا تو وہ پرسکون ہوتے ہوئے بیڈ پہ کھلے پڑے بیگ کی طرف بڑھ گئی۔
"وہ کپڑے رکھنا۔ جن میں تمہیں میں بہت اسمارٹ لگتا ہوں۔"
"ایسا میں بالکل نہیں کروں گی۔ میں کب چاہوں گی تم کسی اور کو اسمارٹ لگو اور اس کی نظریں تم پہ جم جائیں۔"
"دیکھو! ابھی ابھی تم نے وعدہ کیا ہے کہ مجھ پر شک نہیں کرو گی۔"
"تم پر شک کب کر رہی ہوں میں' شک تو مجھے ان لڑکیوں پہ ہے جو تمہیں دیکھیں گی۔" وہ مسکرا دیا۔
"دائم! تم چلے جاؤ گے؟"
"واپس بھی آؤں گا۔"
"اسی لیے تو جانے دے رہی ہوں۔ مگر ایک سال۔۔۔ ایک سال کیسے گزرے گا تمہارے بغیر۔" وہ بہت اداس ہو رہی تھی۔ دائم نے کیم کورڈر میز پر رکھ کر اس کی طرف دیکھا۔
کمر تک آتے سیاہ بالوں کی ڈھیلی ڈھالی چوٹی آگے کیے پیکنگ میں مصروف وہ بڑی گھریلو سی لگ رہی تھی۔
"حدیقہ! ایک بات کہوں۔"
"کہو۔"
"تم بہت اچھی لگ رہی ہو' اتنی کہ جی چاہ رہا ہے۔۔۔ جی چاہ رہا ہے۔"
وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور حدیقہ اس کی نیت بھانپ کر اس سے بھی زیادہ تیزی سے دروازے کی طرف۔۔۔
"جی چاہ رہا ہے یہ شرٹ پہن کر تمہیں بھی اتنا ہی اچھا لگوں۔" اس نے ہلکے آسمانی رنگ کی شرٹ بیڈ سے اٹھاتے ہوئے شرارتی لہجے میں ادھورا جملہ مکمل کیا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔
"یار! تمہاری ہنسی بہت پیاری ہے۔"
وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔ "مگر اس ہنسی میں اتنی طاقت نہیں کہ تمہیں روک لے۔"
وہ کچھ بول نہیں پایا۔ کیا کہتا' جانتا تو اسے تھا۔ اس سے پہلے کہ حدیقہ کی بدلیاں بنتی آنکھیں برس پڑتیں' وہ کمرے سے نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

"حدیقہ!" عائزا اسے دیکھتے ہی چلایا۔ "شکر ہے تم آگئیں۔ ورنہ میں کس کے کندھے پہ سر رکھ کر روتا۔ کس کو اپنے غم سناتا۔"
"کیوں۔۔۔ کیا تکلیف ہے تمہیں؟" اس نے تنک کر پوچھا۔
"میرا تیسرا پیار ادھورا رہ گیا حدیقہ!" وہ غم سے ادھ موا ہونے لگا۔
"کیوں' ماریہ نے تمہیں دھوکہ دے دیا؟" مائرہ نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر ہمدردی سے دریافت کیا۔
"ماریہ۔۔۔ کون۔ ماریہ۔۔۔ اچھا اچھا اچھا۔۔۔ وہ ماریہ۔۔۔ وہ تو میرا پہلا پہلا پیار تھی۔" ندا کے ساتھ ساتھ ماریہ کے دیے زخم بھی ہرے ہو گئے۔
"زہر لگتے ہیں مجھے تم جیسے لڑکے۔۔۔ دل پھینک۔۔۔ ہر روز نئی لڑکی کے پیچھے بھاگنے والے۔" حدیقہ بری طرح چڑ تو گئی تھی۔
"بھائی نے تو جو پہاڑ کھودنے تھے' کھود ڈالے۔۔۔ اور نکلا کیا' چوہا۔۔۔ سوری سوری چوہیا۔ ہم نے تو دریافت کے باب ابھی کھولنے ہیں۔"
"نامی! اسے دیکھیں' مجھے چوہیا کہہ رہا ہے۔" حدیقہ نے فوراً شکایت لگائی۔
"چل رے۔۔۔ چاند سی بہو ہے میری۔ تم خود کیا ہو الو۔۔۔ رات رات بھر جاگتے ہو۔ اور جب جاگنے کا وقت ہوتا ہے تو سو جاتے ہو۔" انہوں نے دائم کی

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

پسندیدہ رس ملائی بناتے ہوئے ملحقہ کچن سے ہی حدیقہ کی شکایت پر اس کی عزت افزائی کی۔

"مامی! آپ کو نہیں پتا' یہ ساری رات جاگ کر لڑکیوں سے باتیں کرتا ہے موبائل پہ۔"

"وہ تو میں اپنی ماں کے لیے چاند سی بہو ڈھونڈنے کی جستجو میں ہوں۔"

"رہنے دو تم۔ چاند سی بہو۔۔۔ خود ہی ڈھونڈ لوں گی میں۔" انہوں نے پھر کچن سے جواب دیا۔

"پھر تو نتیجہ ایسا ہی ہوگا۔" اس نے حدیقہ کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں تو کیا کمی ہے میری پسند میں۔۔۔"

"وہ تو جب آپ میری پسند دیکھیں گی تب جانیں گی۔"

"جیسے بے شرم تم۔۔۔ ویسے اوصاف اس کے ہوں گے۔ جو غیر مردوں سے یوں راتوں کو فون پہ باتیں کرتی ہے۔" امی نے تو واقعی سمجھ لیا کہ وہ لڑکی پسند کر چکا ہے۔ وہ جوش میں کچن سے باہر نکل آئیں۔ مائرہ اور حدیقہ کو ہنسی آگئی اس کی عزت ہوتے دیکھ کر۔

"ایک میرا دائم۔۔۔ نیک فرماں بردار۔ ایک دفعہ ماں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا' اس نے سر جھکا دیا۔ ماں کی پسند کو اپنی رضا بنا لیا۔" وہ دائم کے گن گانے لگیں۔

"قسم کھائیں امی!" وہ دائم کی خوبیوں سے ذرا متاثر ہونے والا نہ تھا۔

"ہاں تو اور کیا۔۔۔ دنیا رشک کرتی ہے میرے نصیب پہ۔"

"قسم کھائیں امی!" وہ پھر بولا۔

"ایسا لعل ہر ماں کا نصیب کہاں۔" ان کے لہجے میں فخر ہی فخر تھا۔

"قسم کھائیں امی۔" آخر ان کا مکا کھا کر ہی سکون حاصل ہوا۔ مائرہ ہنستی چلی گئی جبکہ حدیقہ کو جیسے چپ سی لگ گئی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی؟" دائم لاؤنج میں داخل ہوا اور خوشگوار لہجے میں پوچھتے ہوئے عائز کے برابر میں بیٹھ گیا۔

"امی آپ کی شان میں قصیدے پڑھ رہی ہیں۔"

"اور تمہاری شان میں؟" وہ مسکرایا۔

"میں تو سوتیلا ہوں ان کا۔ مجھ میں کوئی خوبی تھوڑی نظر آتی ہے ان کو۔" وہ ہنستے ہوئے سنجیدہ سی بیٹھی حدیقہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"تمہیں کیا ہوا۔۔۔ پھر ستایا ہے کیا اس نے؟" اس نے عائز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ امی کو چیلنج کر رہا ہے کہ حدیقہ سے اچھی بہو ان کے لیے ڈھونڈ نکالے گا۔" مائرہ نے اطلاع دی۔

"حدیقہ سے اچھی کوئی ہوگی تو ملے گی ناں۔" دائم نے شگفتہ لہجے میں کہا۔

حدیقہ نے بہت غور سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"بھائی کو بالکل صحیح حلیے میں نیویارک پہنچنا ہے۔ اس لیے وہ اس طرح کے بیانات دینے پہ مجبور ہیں۔" عائز کہاں سدھرنے والا تھا۔

"ارے نیویارک سے یاد آیا' میری پیکنگ ابھی رہتی ہے۔ لوگ تو کسی کام کے نہیں۔" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے حدیقہ کی طرف دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی مگر دھیان شاید کہیں اور تھا۔

"کہاں کھوئی ہوئی ہو۔۔۔ فکر نہ کرو اس کو میں نے وارن کر دیا ہے۔ اگر تمہیں تنگ کرے گا تو اس کو آئی فون نہیں لا کر دوں گا۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے اسے متوجہ کیا۔

"ارے حضور! کیا کہہ رہے ہیں آپ۔۔۔ بھابھی جی! میں آپ سے اگلی پچھلی تمام گستاخیوں کی معافی مانگتا ہوں۔" وہ ایک لمحے میں صوفے سے اٹھ کر اس کے چرنوں میں آبیٹھا۔

دائم مسکراتے ہوئے اٹھ کر باہر آیا۔ حدیقہ بھی عائز کو پرے ہٹا کر اس کے پیچھے چلی آئی۔

"دائم!" اس کی آواز سن کر وہ پلٹا۔ وہ عین اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"دائم!" وہ لب کچلتی ہوئی کچھ متذبذب سی لگی۔

"کیا بات ہے حدیقہ؟"

"دائم! کیا تم نے صرف مامی کی خواہش پر مجھ

نکاح کیا ہے۔ تمہارے دل میں میرے لیے کوئی خاص جذبہ نہیں تھا؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے حدیقہ! کوئی خاص جذبہ نہیں تھا تو کیا ہوا۔۔۔ اب تو تم میرے لیے بہت اہم ہو ناں۔" دائم نے نرمی سے جواب دیا۔

"دائم! تمہارے دل میں میرے لیے کچھ نہیں تھا' مگر میں نے تمہیں شدت سے چاہا ہے۔"

"حدیقہ! یہ کہنے کی ضرورت ہے کیا۔۔۔ ہم دونوں۔۔۔"

"ضرورت ہے دائم۔۔۔ کچھ باتیں کہنے کی بہت ضرورت ہوتی ہے' کچھ اظہار لازم ہوتے ہیں۔" اس نے دائم کی بات کاٹ کر کہا۔ "یاد رکھنا دائم! میں نے تم سے بہت محبت کی ہے۔ صرف تمہارے خواب دیکھے ہیں۔ صرف تمہیں چاہا ہے۔" اس کی نم آنکھوں میں ہلکی سے سرخی اتر آئی تھی۔ وہ اس کے نزدیک آیا۔

"دائم غیب کی اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔" اس نے پیار سے اس کے گال کو چھوا۔ وہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر آسودہ سی مسکرا دی۔

"میں نے کچھ نہیں دیکھا۔۔۔ میں نے کچھ نہیں سنا۔ یار و! میرا کمرا کدھر ہے' ذرا بتا دو۔" عائز آنکھوں پر ہاتھ رکھے جان بوجھ کر ادھر سے ادھر ٹکرانے لگا۔

وہ جھینپ کر دائم سے دور ہوئی۔

"جاہل' تمہیں تمیز نہیں۔۔۔ دو بندوں کی پرائیویسی کا خیال نہیں رکھتے۔"

"او بندے' جب کاریڈور کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر عشق بگھار رہے ہوں تو کوئی دیکھے نہ دیکھے۔۔۔ شبیر تو دیکھے گا۔"

"بدتمیز۔" وہ گلابی سی پڑ گئی۔

جھینپتے ہوئے بہت اچھی لگتی تھی اور بھیگی آنکھوں سے ہنستی ہوئی تو دائم غیب کو مبہوت سا کر گئی۔

☼ ☼ ☼

ایئرپورٹ اور اب اپارٹمنٹ کی طرف جاتے ہوئے اس کی نظر گوری گوری' ننگی ننگی سی لڑکی پہ پڑتی تو بے اختیار مسکرا اٹھتا۔ حدیقہ بھی ناں۔۔۔

وعدہ کرنے کو وعدہ تو کر لیا تھا کہ اب شک نہیں کرے گی مگر اسے الوداع کرنے آئی تو ایئرپورٹ پہ ڈیپارچر لاؤنج کی طرف جاتی ایک انگریز حسینہ کی پنڈلیوں پہ نظر پڑ گئی تو تشویش پھر شروع۔

"دائم! سنا ہے وہاں گوری گوری ننگی ننگی لڑکیاں ہوتی ہیں۔"

وہ سر تھام کر رہ گیا۔ جانتا تھا یہ تشویش چند دنوں بعد تفتیش بن جائے گی۔ کبھی اسے حدیقہ کے یہ وہم یہ پریشانیاں مزا دیتیں' کبھی وہ بری طرح چڑ جاتا۔ وہ ہمیشہ سے بڑا شریف بندہ رہا تھا۔ بے شک لڑکیوں سے اس کی دوستی بھی تھی۔ ان سے بے تکلفی سے گفتگو بھی کر لیتا۔ مگر اس کا انداز سب کے ساتھ ایک جیسا رہتا۔ کبھی ایسا نہیں کہ لڑکیوں پہ خوامخواہ زیادہ توجہ دی یا کبھی ایسا نہیں کہ لڑکیوں کو نظر انداز کر کے اپنے آپ کو بڑا شریف ظاہر کیا۔

وہ جیسا تھا' ویسا ہی رہتا۔

سب کزنز کے ساتھ بھی اس کا رویہ ایک جیسا۔ یہاں تک کہ حدیقہ کو بھی نکاح سے پہلے اس نے کبھی کسی اور نظر سے نہ دیکھا تھا' مگر جب رشتہ بدلا تو دل بھی اس کی طرف مائل ہونے لگا۔ اور اب تو وہ اسے بہت عزیز ہو گئی تھی۔ اسے لگتا' حدیقہ اس کی زندگی کا بہت اہم حصہ ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتا۔ اور حدیقہ تھی کہ باپ کی دوسری شادی نے اسے مرد ذات سے بدگمان کر کے رکھ دیا تھا۔

"حدیقہ! دائم صرف تمہارا ہے۔۔۔" اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندتے ہوئے اسے دل ہی دل میں مخاطب کر کے یقین دلایا۔

☼ ☼ ☼

اسٹریٹ ایکروبیٹس (سڑکوں پر تماشا کرنے والے) سڑک پر اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

رنگین روشنیوں کا مرکز بنی وہ نازک کامنی سی لڑکی

فٹ بال پر نہایت مہارت سے اپنا توازن برقرار رکھتی ہوئی ڈانس کررہی تھی۔ ہجوم اپنی سانسیں روکے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بدن اور فٹ بال کی ہر حرکت پر انہیں لگتا کہ وہ ابھی گر پڑے گی۔ بیچ بیچ میں منچلوں کی سیٹیاں سنائی دیتیں۔ مگر وہ ہر شے سے بے نیاز رقصاں رہی۔

دائم بھی اپنی کھڑکی میں کھڑا دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا پھر اپنا کیم کورڈر اٹھالایا اور اس منظر کی عکس بندی کرنے لگا۔ جیسے ہی اس کا رقص ختم ہوا' تالیوں' سیٹیوں اور چیخوں کا شور فضا میں بلند ہوا۔ اور اس لڑکی پہ سکوں اور نوٹوں کی بارش ہونے لگی۔ دائم نے اس وقفے میں اپنا کیمرا پس منظر عکس بند کرنے کی نیت سے چاروں اطراف گھمایا۔ نیچے سے ہوتا ہوا اس کا کیم کورڈر سامنے کی رہائشی عمارت کی طرف گیا۔ وہاں بھی کھڑکیوں سے نیچے جھانکتے کچھ چہرے تھے۔

ایک بچے کی نظر اس پہ پڑی تو ہاتھ ہلانے لگا۔ اس نے بھی مسکراتے ہوئے اس کی طرف دوسرا ہاتھ ہلا دیا۔ اور جب کیم کورڈر گھوم کر عین سامنے والی کھڑکی کی طرف آیا تو وہ وہاں سے نظر ہٹانا بھول گیا۔

کسی ساحر نے پورے منظر پر کوئی منتر پڑھ کر پھونک ڈالا تھا جیسے۔ ہر شے پل بھر کے لیے ساکت ہوگئی۔ نیچے چار لڑکوں کا گروہ شعبدہ بازی میں مصروف تھا۔ چیخوں اور تالیوں کا شور ہی بتا رہا تھا کہ ان چاروں کی پرفارمنس کس قدر شاندار ہے۔ مگر اس نے انہیں شوٹ کرنے کے بجائے آہستہ سے اپنا کیم کورڈر نیچے کردیا۔

نگاہیں ابھی بھی اسی کھڑکی کی طرف جمی تھیں۔ اس طلسمی منظر کے سحر سے ابھی وہ آزاد نہ ہوپایا تھا۔

☆ ☆ ☆

اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ پاکستان میں اس وقت اگلا دن چل رہا تھا اور یہاں ابھی رات۔ ابھی کچھ دن اس کے ساتھ الٹا چکر چلنے والا تھا' پھر کہیں جاکر اس کی روٹین ان اوقات کے ساتھ سیٹ ہوتی۔ گھر میں سب سے بات ہوگئی۔ حدیقہ سے بھی گھنٹہ بھر بات کرلی۔ اب کیا کرتا۔ لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھا مگر کچھ کام کرنے کا موڈ نہ بنا۔ ٹی وی چلایا تو جلد اکتا کر بند کردیا اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندلیں۔

"کون تھی وہ؟" سوالیہ نشان پھر اس کے سامنے ابھرا۔ آنکھیں کھول کر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔ تھوڑی دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد ایک دم اٹھا اور کھڑکی کی طرف آگیا۔ سامنے والی کھڑکی کے پار اندھیرا تھا۔ وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

صبح چائے بناتے ہوئے بھی اس کے ذہن میں وہی سوال ابھر رہا تھا جو رات بھر اس کے دماغ میں گردش کرتا رہا۔ اور جواب تھا کہ مل ہی نہ رہا تھا۔

"کون تھی وہ... کیوں مجھے لگا کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔"

چائے کا مگ لیے وہ صوفے پہ آکر بیٹھا ہی تھا کہ حدیقہ کا فون آگیا۔

"جلدی سے آن لائن ہوجاؤ۔ تمہیں دیکھنے کو دل چاہ رہا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے فوراً" حکم کی تعمیل کی۔

"کیسی ہو؟"

"یہ مت پوچھو دائم... یہ بتاؤ کہ تمہارے بغیر رہوں کیسے؟"

وہ ہنس پڑا۔ "تمہارے ساتھ سب ہیں... مجھ سے پوچھو' جسے تنہا پورا سال گزارنا ہے۔"

"سب تمہارا نعم البدل تو نہیں ہیں ناں دائم..." وہ بہت اداس لگ رہی تھی اور شاید روتی بھی رہی تھی۔

"تمہاری چھوٹی والدہ صاحبہ سے جھڑپ ہوئی ہے کیا... جو روتی رہی ہو۔" وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کرنے لگا۔

"روئی میں تمہاری جدائی میں ہوں۔ اس کی اتنی اوقات نہیں کہ اس کی وجہ سے آنسو بہاؤں۔" وہ چڑ گئی۔ وہ ہنسنے لگا۔

"دیکھو پلیز میرے لیے ایک کام کرو۔ رونا بالکل نہیں... ورنہ میرا دل کیسے لگے گا اپنے کام میں۔ سال بھر کی بات ہے' پھر جیسے ہی میں واپس آؤں گا..." اس نے خوش آئند مستقبل کی جھلک دکھا کر اس کی اداسی ختم کی۔ یہاں تک کہ وہ بھی اس کے ساتھ سپنے بننے لگی۔

"اک بات اچھی طرح سے سن لو دائم منیب... خبردار کسی اور لڑکی کی طرف دیکھا بھی... صرف مجھے سوچنا' صرف مجھے یاد کرنا' صرف میرے خواب دیکھنا۔"

آخر میں اسے دھمکی دی۔ اور اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر تابع داری سے سرہلادیا تھا۔

جیسے ہی لیپ ٹاپ بند کرکے ایک طرف رکھا' دھیان پھر وہیں چلا گیا۔

"کون ہے وہ؟" حدیقہ نے کیا کہا تھا۔ اور وہ لاشعوری طور پر سوچ کس کو رہا تھا۔ اگلے چند سیکنڈ میں اس کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا۔

"نہیں... مجھے یقین نہیں ہوتا۔"

اس نے نفی میں سرہلایا اور تیزی سے کھڑکی کی طرف بڑھا۔ وہ بند تھی۔ وہ ہاتھ پہ مکا مارتے ہوئے واپس آکر صوفے پر بیٹھ گیا اور لیپ ٹاپ کھول کر اس کے پاور بٹن پر انگلی رکھ دی۔ اسے اپنے شک کو یقین میں بدلنا تھا اور بلاشبہ انٹرنیٹ اس سلسلے میں بہترین مدد گار تھا۔

☆ ☆ ☆

"السلام علیکم!"

وہ مال سے نکل رہی تھی' جب دائم نے اسے مخاطب کیا۔ وہ ٹھٹک کر رکی۔ ایک نظر اس اجنبی پر ڈالی پھر نظر انداز کرکے آگے بڑھ گئی۔ وہ اس کے ساتھ ہی چلا آیا۔

"کیا آپ میری کچھ مدد کرسکتی ہیں؟" سوال سن کر اس کی شہد رنگ آنکھوں میں استعجاب ابھرا تھا۔

"دراصل میں نیویارک میں نیا ہوں۔ رستہ بھول گیا ہوں۔ آپ کو ایک دو بار اپنی بلڈنگ کے پاس دیکھا آپ شاید یونین اسکوائر میں رہتی ہیں۔ یقیناً" آپ اتنی مروت تو دکھائیں گی کہ میری مدد کردیں۔"

جانے کیوں' اسے اس اجنبی کی بات پہ یقین نہیں آیا۔ وہ کوئی بچہ نہیں تھا اور نہ ہی اتنا بے وقوف لگ رہا تھا کہ رستہ بھول گیا ہو۔ اور اگر ایسا تھا بھی تو اس کی مدد کے لیے وہی رہ گئی تھی کیا۔

وہ خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔ اسے لگا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ کیبل کار میں ابھی بیٹھی ہی تھی کہ وہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔

"مجھے دائم منیب کہتے ہیں۔"

اسے اس کے نام میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ پیکٹ برگر نکال کر کھانے لگی۔

"ہمارے ہاں اگر پاس کوئی بیٹھا ہو تو اسے بھی کھانے کی آفر ضرور کی جاتی ہے۔" اس نے کھڑکی سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا اور شاپر میں سے ایک بسکٹ کا پیکٹ نکال کر اس کے طرف بڑھادیا۔

"جزاک اللہ۔"

وہ چونک کر اس کے طرف دیکھنے لگی۔

"امریکہ پہلی بار آیا ہوں... آپ یہیں رہتی ہیں؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"میں امریکی ہوں۔" اس نے نظریں پھیر کے کھڑکی کی طرف موڑتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ جسے وہ بمشکل ہی سن پایا۔

جیسے ہی وہ کیبل کار سے اتری' وہ بھی ساتھ ہی اتر آیا۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ بلڈنگ تک چلا آیا۔ پھر لفٹ میں بھی وہ اس کے ساتھ داخل ہوگیا۔ اس کے چہرے پہ الجھن کے آثار تھے۔ جنہیں محسوس کرکے دائم دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

"اب آپ یہ مت کہیے گا کہ آپ کا اپارٹمنٹ بھی اسی فلور پر ہے۔" وہ ناگوار لہجے میں اسے جتا گئی۔

"نہیں... میرا اپارٹمنٹ تو اس بلڈنگ میں ہی نہیں۔" اس نے آرام سے جواب دیا۔

وہ ایک بار پھر ٹھٹک گئی۔ یہ اجنبی کیا چاہتا تھا۔ لفٹ رکی تو وہ باہر آگئی۔ اسے یقین تھا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہی باہر آجائے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس نے دل

www.Paksociety.com

ہی دل میں شکرادا کرتے ہوئے قدم آگے بڑھایا۔
"آپ سے مل کر خوشی ہوئی زوا نا کروبی!" پیچھے سے اسے آواز آئی۔
وہ جھٹکے سے مڑی۔ اجنبی پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اللہ ظالم ہے" (اس کا عقیدہ تھا)
وہ نیت باندھ رہی تھی۔
"اللہ نے عورت کو مرد کی تسکین کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور اس کی اوقات جوتی جیسی رکھی ہے۔" (اس کا خیال تھا) اب وہ رکوع میں جا رہی تھی۔
"مردوں کو چار شادیوں کی اجازت جبکہ عورت تمام عمر ایک ہی مرد کے تلوے چاٹتی رہے۔ اسلام میں پولی گینی ہے تو پولینڈری کیوں نہیں؟" (اس نے ایک انٹرویو میں کہا تھا)
اب وہ رکوع سے سیدھی ہو رہی تھی۔
"طلاق کا حق مرد کے پاس ہے تو عورت کے پاس کیوں نہیں؟ زندگی کا ہر فیصلہ لینے کے لیے وہ مرد کی محتاج ہے۔" (اس نے پوچھا تھا)
اب وہ سجدے میں گر رہی تھی۔
"اسلام میں بیٹی کا جائیداد میں کم حصہ رکھ کر اسے بیٹے سے کمتر ثابت کر دیا۔" (اس نے اپنی کتاب میں لکھا تھا)
اب وہ سجدے سے سر اٹھا رہی تھی۔
"عورت کی گواہی آدھی۔ کیا وہ معتبر نہیں، کیا وہ سچی نہیں؟" (اس کا سوال تھا)
وہ پھر بارگاہ الٰہی میں جھک رہی تھی۔
"بیوی پہ ہاتھ اٹھانے کی اجازت۔۔۔ یہ اس کی ذات کا استحصال نہیں تو اور کیا ہے۔" (وہ اسے ظلم سمجھتی تھی)
وہ سلام پھیر رہی تھی۔
"مسلمان عورت کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نہیں ہوتیں، پاؤں میں بیڑیاں نہیں ہوتیں، مگر وہ سرتاپا زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔" (اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی)
اب اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔
"اسلام مرد کا ہے عورت کا نہیں۔" (اس کا خیال تھا)
"اللہ مرد کا ہے، عورت کا نہیں۔" اس نے دعا مانگ کر ہاتھ چہرے پر پھیر لیے۔
دائم نے گہرا سانس لیا اور کھڑکی کے سامنے سے ہٹ گیا۔ جو کچھ اس نے دیکھا۔ وہ حقیقت تھی یا واہمہ؟

☼ ☼ ☼

"نیویارک فلم اکیڈمی" میں پہلا قدم رکھتے ہوئے اس کی آنکھیں خوشی سے جھلملا اٹھیں۔ اس اکیڈمی کا گریجویٹ ہونا اس کا بہت بڑا سپنا تھا۔ لیکن نیب حسن اس خواب کی تعبیر میں حائل رہے۔ اس نے باپ کی خواہش پر ایم بی اے کیا تھا، مگر ایک کامیاب بزنس مین نہ بن پایا کیونکہ اس طرف اس کا رجحان ہی نہ تھا۔ پھر جب اس کی ڈاکومنٹری فلم "فطرت اور انسان" کو تائیوان فلم فیسٹیول میں گرینڈ پرائز ملا تو نیب حسن نے اس کے دل کو اپنی مرضی کی پرواز کرنے کی اجازت دے دی۔ اور اب وہ یہاں سے "ڈاکومنٹری فلم میکنگ" کا ایک سالہ کورس کر رہا تھا۔
اس اکیڈمی میں آنے کے ہفتہ بعد ہی اس کا دوسرا بڑا خواب پورا ہوا۔ جب اس نے کرسٹوفر الیگزینڈر کو دیکھا۔
کرسٹوفر الیگزینڈر ایک ایسا ڈائریکٹر جس کی درجن بھر ایوارڈ یافتہ ڈاکومنٹری فلمیں وہ اپنے بچپن سے دیکھتا آ رہا تھا اور اپنی فیلڈ میں اس کے لیے رول ماڈل تھا آج اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ پلکیں جھپکانا بھول گیا۔ وہ اس کے اتنے قریب کھڑا ہے۔ اسے یقین ہی نہ آ رہا تھا۔
"انسان بے حساب کام کرتا ہے مگر اپنی زندگی میں شاہکار ایک ہی تخلیق کرتا ہے، جو اس کی پہچان بن جاتا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"جیسا کہ آپ کا شاہکار۔۔۔ فرسٹ برتھ آف ا،،" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔
کرسٹوفر الیگزینڈر مسکرا دیا۔ "ویل۔۔۔ مجھے لگتا ہے کہ میں اس سے بہتر کام بھی کر چکا ہوں مگر میری پہچان فرسٹ برتھ آف ڈیتھ ہی بنا۔"
"شاید آپ "وومن از دا بیسٹ کری ایشن آف گاڈ" کی بات کر رہے ہیں۔"
"شاید نہیں یقیناً"۔ کرسٹوفر الیگزینڈر نے بہت گہری نظر سے اس کا جائزہ لیا اور اس کلاس ختم ہونے تک وہ اس کا پسندیدہ شاگرد ٹھہر چکا تھا۔ اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس کے کام کے بارے میں ہر طرح کی معلومات رکھتا تھا اور تعریف کے علاوہ تنقیدی پہلوؤں پر بھی اس کی بڑی گہری نگاہ تھی بلکہ اس لیے بھی کہ وہ ہیرے کی پہچان کر چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج موسم بہت خوشگوار تھا۔ کچھ اس کا موڈ بھی اچھا تھا۔ کرسٹوفر الیگزینڈر نے اس کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا تھا۔ "نیویارک فلم اکیڈمی خوش قسمت ہے کہ تم جیسا ہیرا اس کے دامن میں گرا۔"
یہ اس کے لئے کوئی معمولی جملے نہ تھے بلکہ اپنے میں اس کی کامیابی و کامرانی کی ضمانت تھے۔ وہ گنگناتا ہوا گھر کی طرف جا رہا تھا۔ جب اس نے زوا نا کو دیکھا جو مسز جانسن سے بات کر رہی تھی اور اس کے سٹرالر میں بیٹھی ایک گول مٹول سی بچی ہر کسی کو کراہٹ کا تحفہ پیش کر رہی تھی۔ دائم نے جھک کر پیار کیا۔
"مسز جانسن کے تو بچے نہیں تو کیا یہ زوانا اور ۔۔۔ کی بچی ہے؟" وہ الجھن میں تھا۔
اسے اس کے اپارٹمنٹ میں کسی بچے کی موجودگی کے آثار تو محسوس نہ ہوئے تھے۔ جیمز اور اس کے ۔۔۔ سال پہلے علیحدگی ہو چکی تھی۔ یہ تو وہ جانتا تھا مگر ۔۔۔ کوئی بچہ بھی ہے یہ علم اسے نہ تھا۔
زوانا مسز جانسن سے بات کر کے پلٹی تو اسے کیرن کے سٹرالر کے پاس جھکے دیکھ کر اس کے ماتھے پہ بل آ گئے۔
"السلام علیکم۔" سیدھا ہوتے ہوئے وہ مسکرایا۔
وہ خاموشی سے سٹرالر تھام کر چل دی۔
"سلام کا جواب دینے پر آپ کو بھی نیکیاں ملیں گی۔" وہ بھی ساتھ ہی چلنے لگا۔
"جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو چکا ہو، ایسی چھوٹی چھوٹی نیکیوں سے اس کے میزان کے پلڑوں میں برابری آنے والی نہیں۔" وہ اپنی عمارت کی لابی کے طرف جا رہی تھی۔
وہ رک گیا۔ بہت عظیم انقلاب آ چکا تھا زوانا کروبی کی زندگی میں۔ اس کی نگاہیں آگے جاتی ہوئی زوانا کروبی کے ارمانی کوٹ پر تھیں اور سوچ اس کی بہت آگے جا پہنچی تھی۔

☼ ☼ ☼

مشہور برانڈ کا نیا کیم کورڈر اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا تھا۔
اس کی دھڑکنوں میں تیزی تھی۔ چہرے سے جوش جھلک رہا تھا۔ آنکھیں ایک بڑا سپنا بن رہی تھیں۔ اور کانوں میں الفاظ گونج رہے تھے کرسٹوفر الیگزینڈر کے۔
"انسان بے حساب کام کرتا ہے مگر اپنی زندگی میں شاہکار ایک ہی تخلیق کرتا ہے جو اس کی پہچان بن جاتا ہے۔" وہ مسکرا دیا۔
عیسائی اور یہودی متعصب نہ ہوں تو وہ آئندہ سال کے آسکر ایوارڈ کا حق دار تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ کیرن کو گود میں لیے بینچ پہ بیٹھے سامنے کھیلتے بچوں کو دیکھنے میں محو تھی، جب دائم آہستگی سے اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ احساس ہونے پہ اس نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا اور پھر بچوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔
"مجھے بھی بچے بہت اچھے لگتے ہیں۔" دائم کو پل میں اس کے آدھے نظر آتے چہرے کے تاثرات

تبدیل ہوتے محسوس ہوئے۔ خاموش وہ پھر بھی رہی تھی۔

"پہلے میں نے سوچا یہ آپ کی بیٹی ہے۔" اس نے کیرن کے گال کو نرمی سے چھوتے ہوئے کہا۔ "پھر میں نے سوچا کیرن تو شاید سال کی بھی نہیں جبکہ آپ اور جیمز کے بیچ تین سال پہلے طلاق ہو چکی ہے۔"

ذواتا نے تیکھی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا۔

"بہت خبریں رکھتے ہو میرے بارے میں۔"

"ہاں۔۔۔ میری جنرل نالج بہت اچھی ہے۔" اس نے اس کے طنزیہ لہجے کا ذرا برا نہ مانا۔

"تو پھر یہ سوچ لیتے کہ یہ میری اور میرے کسی بوائے فرینڈ کی بیٹی بھی ہو سکتی ہے۔"

"آج سے مہینہ بھر پہلے شاید میں ایسا سوچ سکتا تھا۔"

"کیوں۔۔۔ ایک مہینے میں تمہاری سوچ میں کیا فرق آگیا۔"

"یہ تو پتا نہیں۔۔۔ مگر آپ میں جو فرق آگیا، وہ دیکھ کر حیران ہوں۔ سچ پوچھیں تو آپ کو دیکھ کر پہلے پہل میں پہچان نہیں پایا تھا کہ آپ۔

women in islam Distinguished (اسلام میں عورت کا درجہ) کی مصنفہ ہیں۔"

"اسلام میں عورت کا رتبہ" کی مصنفہ کو اب میں بھی پہچان نہیں پاتی کہ وہ میں ہی تھی۔"

دائم کو اس وقت وہ اس ہارے ہوئے انسان سی لگی جو اپنی متاع اپنے ہاتھوں سے لٹا چکا ہو۔ اور اب اپنے خالی ہاتھ تک رہا ہو۔ وہ اسے دیکھتا رہا اور وہ دور کہیں جانے کس غیر مرئی نکتے کو تکتی رہی۔ کیرن کی غوں غاں نے ان کی نگاہوں کے ارتکاز کو توڑا۔ وہ اسے گود میں لیے اٹھی اور اسٹرالر میں بٹھانے لگی۔

"آج کل آپ کیا لکھ رہی ہیں؟" وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"میں نے قلم توڑ دیا ہے۔" اسے دیکھے بغیر جواب دیا اور پارک سے نکل گئی۔

وہ ایرانی حسن کی نظیر تھی۔ دیکھنے والا مبہوت ہو جاتا۔ شہد آگیں بڑی بڑی آنکھیں، جن میں حزن و ملال بسیرا کیے رکھتے، اداسی ڈیرا ڈالے رکھتی، نمی آباد رہتی۔

کھلے گلاب جیسے عارض، جو کبھی گلابی ہوتے تو کبھی سرخ۔

چھوٹی سی ناک میں ہیرے کی لونگ جگمگاتی رہتی۔

عنابی لب اک دوجے سے یوں جڑے رہتے جیسے کبھی ان کلیوں کے کھلنے کا ارادہ نہ ہو۔

باغی اور مرتد ذواتا کرولی لوگوں کو بے حد حسین، بے انتہا مغرور اور دنیا کو اپنی جوتی کی نوک پر رکھنے والی نظر آتی تھی مگر اب اس کا غرور، تمکنت اور وقار میں ڈھل گیا تھا۔ جس سے اس کا حسن مزید نکھر گیا تھا۔ وہ ہزاروں کے بیچ بھی منفرد دکھائی دیتی، حالانکہ گھر سے باہر وہ ہمیشہ اپنے مخصوص حلیے میں دکھائی دیتی تھی۔

گھٹنوں سے نیچے آتا کوٹ جس کا رنگ زیادہ تر سیاہ ہوتا۔ سر پر ایرانی طرز کا اسکارف۔ اگر وہ اسے صرف گھر سے باہر دیکھتا تو کبھی اس کے بالوں کا رنگ اور ان کی لمبائی نہ جان پاتا۔ مگر اب وہ جانتا تھا کہ اس کے ریشم سے گیسو اس کی آنکھوں کے ہم رنگ ہیں، جو کہ اس کی کمر تک جاتے ہیں اور پھر ہلکا سا مڑ کر ختم ہو جاتے ہیں۔

باہر دیکھنے والے کو لباس میں اس کی جینز ہی آتی تھی۔ مگر وہ جانتا تھا کہ وہ زیادہ تر سفید، نیلی اور فیروزی رنگ کی سادہ یا چیک والی کالر شرٹس یا کاٹ شرٹس پہنتی ہے۔

آج بھی وہ پارک میں کیرن کے ساتھ اپنے مخصوص حلیے میں مخصوص جگہ پر بیٹھی تھی۔ اس انداز میں ایسی شان اور تمکنت تھی کہ اسے دل ہی اقرار کرنا پڑا کہ اگر وہ ذواتا کرولی کے ماضی سے واقف نہ ہوتا تو اسے کسی سلطنت کی ملکہ سمجھتا۔ وہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"کیرن کو تم نے ایڈاپٹ (گود لینا) کر لیا ہے کیا؟"

وہ اب اس کی ڈھٹائی کی عادی ہوتی جا رہی تھی اس لیے اسے دیکھ کر ماتھے پر بل ڈالنا چھوڑ دیے تھے۔

"الزبتھ بوڑھی ہو چکی ہے، بے چاری خود کو سنبھالے یا کیرن کا خیال رکھے۔ اس کا ساتھی مرد بھی بد مزاج ہے۔ کئی دفعہ کیرن کو اٹھا کر باہر پھینک چکا ہے اور وہ اکیلی باہر بیٹھی بلبلاتی رہتی ہے۔ اس لیے اکثر میں اسے اٹھا کر لے آتی ہوں۔ اس کو کھلا پلا دیتی ہوں، نہلا کر کپڑے تبدیل کر دیتی ہوں، تھوڑا کھیل لیتی ہوں۔ اس سے الزبتھ کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاتا ہے اور میرا دل بھی بہلا رہتا ہے۔"

"شاید اس میں تمہیں اپنی بیٹی نظر آتی ہے۔"

"شاید نہیں یقیناً۔" وہ مسکرائی۔

دائم نے محسوس کیا۔ مسکراہٹ اس کے چہرے پر اکثر اجنبی سی لگتی تھی۔

"کیرن کے پیرنٹس کہاں ہوتے ہیں۔"

"باپ کا تو پتا نہیں۔ ماں اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ رہتی ہے۔"

دائم نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بچی کی طرف دیکھا۔ جس کو ابھی اپنے وجود کے اتنا ارزاں ہونے کا احساس نہ تھا۔

"یہ وہ آزادی ہے دائم! جو مسلمان معاشرے کی عورت کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ جب اس کا اپنے ماحول میں دم گھٹتا ہے تو وہ مغرب کی عورت کی آزادی سے متاثر ہوتی ہے۔ جہاں عورت اور مرد کو برابری کے حقوق حاصل ہیں مگر کیسی برابری دائم۔۔۔ کمائی میں برابری، بے حیائی میں برابری۔۔۔ کاش ہماری عورت سمجھ جائے، یہ برابری عورت کو کتنا نیچا کر دیتی ہے۔ اس پستی میں گرا دیتی ہے۔"

دائم کو محسوس ہوا، اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی ہے۔ جس کو وہ پلکیں جھپک جھپک کر ختم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

وہ بہت غور سے "اسلام میں عورت کا درجہ" کی مصنفہ کو دیکھ رہا تھا۔ اسے اس نکتے کی تلاش تھی، جس نے ذواتا کرولی کی زندگی کی کایا پلٹ دی تھی۔

☆ ☆ ☆

"بہت مصروف ہو گئے ہیں آپ۔۔۔ فرصت ہی نہیں ہوتی آپ کے پاس کہ میری کال اٹینڈ کر سکیں۔" وہ اس کے طنزیہ لب و لہجہ پر مسکرا دیا۔ یہ "آپ جناب" والی بولی وہ اس کے ساتھ بگڑے تیوروں میں ہی بولتی تھی۔

"میں تمہیں فون کرنے ہی والا تھا۔" لاک کھول کر گھر میں داخل ہوئے اس نے وضاحت دی۔

"فون کرنا تو دور کی بات، اٹھانا ہی دوبھر لگتا ہے شاید تمہیں اب۔"

"اتنا غصہ۔۔۔ اتنا غصہ۔۔۔ میں تمہیں بتا بھی چکا ہوں کہ مجھے تم ہنستی ہوئی زیادہ پیاری لگتی ہو۔"

"تو کام بھی ایسے کیا کرو ناں کہ میں ہنستی رہا کروں۔" وہ اور جلی۔

"اچھا مثلاً۔۔۔" ہاتھ میں پکڑے شاپرز کاؤنٹر پہ رکھتے ہوئے اس نے مزید جی جلایا۔

"یہ بھی میں تمہیں بتاؤں؟ نکاح کروانے کا شوق تھا بس بیوی کو کیسے خوش رکھتے ہیں، یہ خبر نہیں۔"

وہ ہنسنے لگا۔ "یہ اتنی مرچیں کیوں چبا رہی ہو۔۔۔ اتنے دنوں بعد بات کر رہے ہیں۔ میٹھی میٹھی باتیں کرو۔" فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے اس نے اس کا پارہ نیچے کرنے کی کوشش کی۔

"اتنے دنوں بعد بات کر رہے ہیں تو اس میں دوش میرا نہیں۔ آپ ہی بڑے مصروف ہوتے ہیں۔"

"صحیح کہہ رہی ہو۔۔۔ مصروف تو بہت ہو جاتا ہوں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمہاری یاد نہیں آتی۔ دن ہو یا رات، گھر کے اندر ہوں یا باہر تمہاری ہی یاد ستاتی ہے۔"

"اچھا اچھا بند کرو یہ ڈائیلاگ۔ صاف پتا چل رہا ہے، کسی فلم کے چرائے ہوئے ہیں۔" وہ مزید چڑی تھی۔

وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"ویسے آج کل کیل مجھ پہ مہربان ہو رہی ہے۔" وہ اس کو ستانے کے موڈ میں آگیا تھا اور وہ واقعی جل بھن کر کوئلہ ہو رہی تھی۔ پھر تو اس نے کال ہی منقطع کر دی۔ دائم نے مسکراتے ہوئے نمبر ملایا۔ جو اس نے

www.Paksociety.com

بار بار کاٹنے کے بعد چوتھی بار اٹھایا۔

"مجھ پر کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔۔۔ جا کر وقت گزارو اپنی اس مہربان کے ساتھ۔"

"گزار لیتا وقت۔۔۔ اگر وہ میری حدیقہ سے اچھی ہوتی۔"

"اور اگر کوئی حدیقہ سے اچھی مل گئی تو کیا۔۔۔"

"حدیقہ سے اچھی کوئی نہیں۔" اس نے اتنے وثوق سے کہا کہ حدیقہ ساری کوفت، ساری خفگی بھول گئی اور دلفریب سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ آکر ٹھہر گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ آج گرین مارکیٹ آیا تھا ہفتہ بھر کی سبزیاں اور پھل لینے۔ ایک اسٹال پر اسے زواتا کروبی کھڑی نظر آئی تو اس کی طرف بڑھ آیا۔

"السلام علیکم۔"

وہ ہلکا سا مسکرا کر پھر سے اسٹال پر سجی گاجروں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"واہ۔۔ تم تو کیرن کی طرح خوش اخلاق ہو گئی ہو۔" اس کی مسکراہٹ دیکھ کر اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ وہ پھر مسکرا دی۔

دائم بھی اپنی پسند کی سبزیاں لینے لگا۔ اس اسٹال سے اپنی خریداری مکمل ہونے کے بعد زواتا اپنے بیگ سے بٹوہ نکالنے لگی۔ لیکن جب تک اس نے بٹوے سے پیسے نکالے، دائم ادائیگی کر چکا تھا۔ زواتا نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا اور خاموشی سے سبزیاں لے کر گرین مارکیٹ سے نکلنے لگی۔ وہ بھی پھل خریدنے کا ارادہ ترک کر کے اس کے پیچھے چلا آیا۔

"آئندہ ایسی حرکت مت کرنا۔" اس کے لہجے میں ناگواری صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔

"کیسی حرکت؟" وہ انجان بن کر پوچھ رہا تھا۔

"تم نے اسٹال پر ادائیگی کیوں کی؟"

"اچھا! تم اسے حرکت کہہ رہی ہو۔ ہم اسے مردانہ وصف کہتے ہیں۔" وہ ہنسا۔ زواتا چپ سی ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگی۔

"ایسا کرو اگر تم قرضہ اتارنا ہی چاہتی ہو تو ایک کپ کافی پلا دو مجھے۔" دائم نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر بھاری شاپرز اس کے ہاتھ سے لینے چاہے، مگر اس نے ہاتھ پرے کر لیے۔

"تو تمہارے مردانہ اوصاف کافی ہاؤس میں مجھے بل ادا کرنے کی اجازت دیں گے؟" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔ جبکہ وہ محظوظ ہو کر ہنس دیا۔

"تو کافی ہاؤس جانے کی بات کون کر رہا ہے۔"

"سوری۔۔۔ میں ایک اجنبی کو اپنے گھر نہیں لے جاسکتی۔" وہ قطعی انداز میں کہتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔

"ایک اجنبی خاموشی کے ساتھ آپ کے ساتھ ساتھ تو چل سکتا ہے نا۔"

وہ بولا تو زواتا کوئی جواب دیے بنا چلتی رہی۔ دونوں گرین مارکیٹ سے نکل آئے۔

"کافی۔" دائم نے ایک کیفے ٹیریا کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے متذبذب ہوئی، پھر اس ساتھ چلی آئی۔

"تم جانتے ہو یہ مردانہ اوصاف صرف مسلمانوں میں ہوتے ہیں۔" وہ دونوں باہر رکھی کرسیوں پر آبیٹھے۔ کچھ دیر بعد اسے زواتا کی آواز سنائی دی تھی۔ سڑک پہ نظریں جمائے اس سے مخاطب تھی۔

دائم نے اپنی کرسی کا رخ نامحسوس طریقے سے اس کی طرف کر دیا۔

"یہاں اگر میاں، بیوی بھی اکٹھے کھانا کھانے جائیں تو دونوں کو اپنا اپنا بل خود ادا کرنا ہوتا ہے۔ اور کچھ مہذب جوڑے تو اپنی باری رکھ لیتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ، ایک دفعہ تم بل ادا کریں گے۔"

"ہاں میں دیکھتا ہوں، یہاں عورت پر بھی اتنی معاشی ذمہ داریاں ہیں جتنی کہ مرد پر۔" وہ متفق ہوا۔

"جبکہ اسلام میں ایسا نہیں۔ اللہ نے تو عورت کو گھر کی ملکہ بنا دیا۔ مرد محنت کرتا ہے، کماتا ہے، گھر

والی' بچوں کے ناز نخرے اٹھاتا ہے' ان کی خواہشیں پوری کرتا ہے۔ تمام معاشی ذمہ داریاں اسی مرد کی ہیں۔ اسی لیے تو اسلام میں بیٹے کا وراثت میں دگنا حصہ رکھا گیا ہے۔" یہ وہ اعتراض تھا جس پہ عالم کروبی نے اپنی کتاب میں پورا ایک باب تحریر کیا تھا۔ آج وہ خود ہی اس کا جواب دے رہی تھی۔ بھاپ اڑاتی کافی کے مگ دونوں کے سامنے یوں ہی رکھے تھے۔

"ویسے بھی یہ توازن آگے چل کر واضح ہو جاتا ہے۔ بیٹی بیاہ کر اگلے گھر جاتی ہے تو اس کا شوہر وراثت میں دگنے حصے رکھتا ہے۔ اس طرح بیٹے کے گھر جو لڑکی بیاہ کر آتی ہے، وہ ایک حصے لے کر آتی ہے۔ یوں میاں بیوی کے حصے ملا کر توازن قائم ہو جاتا ہے۔ اور ہم چیختے رہتے ہیں کہ عورت کے ساتھ زیادتی ہو گئی، بے انصافی ہو گئی، اور بات کرتے ہیں عورت مرد کی برابری کی۔ حالانکہ عورت مرد کی برابری کی بحث ہی غلط ہے۔ کیونکہ بات عورت مرد کی نہیں بات رشتے کی ہے۔ جب عورت ماں ہے تو وہ اس کا مقام اعلا ہے۔ جب مرد، شوہر ہے تو وہ عورت سے زیادہ اختیار رکھتا ہے۔ جب بات اولاد کی ہے تو بیٹا اور بیٹی برابری میں کھڑے ہیں۔"

دائم حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ زواتا کروبی ان سوالوں کا جواب دے رہی تھی، جو اس نے اپنی کتاب میں اٹھائے تھے۔

☼ ☼ ☼

نیب حسن کی فطرت سے سب ہی بخوبی واقف تھے۔ پھر بھی جب انہوں نے اپنا مطالبہ عالم مرتضیٰ کے سامنے رکھا تو کچھ پل کے لیے سب سناٹے میں آگئے۔ مہرتاب کو خبر ہوتی کہ نیب حسن وہاں جا کر ایسی بات کریں گے تو وہ انہیں روکنے کی، سمجھانے کی کوشش کرتیں۔ یہ اور بات کہ وہ آج تک نہ کسی کی سمجھے تھے، نہ مانے تھے۔ اور اب مہرتاب سوچ رہی تھیں کہ وہ ان کے ساتھ نہ آئی ہوتیں۔ کم از کم اس شرمندگی سے تو بچ جاتیں، جس نے اب نظریں اٹھانے کے قابل نہ چھوڑا تھا۔

"میرا سب کچھ حدیقہ کا ہی تو ہے۔" عالم مرتضیٰ نیچی آواز میں کہہ رہے تھے، جبکہ رومانہ کے لبوں پہ سجی طنزیہ مسکراہٹ پہ عفت پہلو بدل کر رہ گئیں۔ سوتن کے سامنے ان کا مان مٹی میں ملا دیا تھا، ان کے بھائی نے ایک چھوٹی بات کر کے۔ اور یہاں تو بات صرف میکے کی شان کی نہ تھی، بیٹی کے سسرال کے بھرم کی بھی تھی۔ اور مہرتاب اپنی جگہ اس بات سے ڈر رہی تھی کہ اگر حدیقہ یا دائم میں سے کسی کو پتا چلا کہ نیب حسن نے حدیقہ کا حصہ اس کے نام لگانے کا مطالبہ کیا ہے تو ان کا ردعمل کیا ہو گا۔ پہلے بھی دائم بہت خفا ہوا تھا۔ انہوں نے ڈرتے ڈرتے واپسی پہ انہیں جتا بھی دیا۔

"تو کیا غلط بات کہہ دی میں نے۔ پہلے کیا کچھ نہیں لگا چکا وہ اس عورت کے نام۔ اب اس عمر میں پھر باپ بننے کا شوق چرایا ہے۔ بیٹا ہوا تو دگنا حصہ تو وہ لے جائے گا۔" مہرتاب نے اس وقت اللہ کا شکر ادا کیا کہ ان کے بچے اس معاملے میں اپنے باپ پر نہیں گئے تھے۔

"دائم کو پتا چلا تو وہ۔۔۔"

"اس کا تو دماغ خراب ہے۔ میرے نام نہیں لگنی یہ ملیں، میں نے قبر میں نہیں لے جانا یہ پیسہ۔۔۔ اسی کے بہتر مستقبل کی تدبیر کر رہا ہوں۔ جو پیشہ اس نے چنا ہے، اس میں جان مارنی پڑتی ہے، پھر کہیں جا کر پہچان بنتی ہے۔ ایک گرینڈ پرائز حاصل کر کے وہ ہواؤں میں اڑ رہا ہے۔" وہ شروع ہو چکے تھے اور مہرتاب کے پاس سننے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ بے تحاشا رو رہی تھی۔ دائم کا دل جیسے اس کے آنسوؤں نے جکڑ لیا ہو۔ اس نے کیم کورڈر پیچھے کر لیا اور کھڑکی کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ بھاگ کر جائے اور زواتا کروبی کے آنسوؤں کو پونچھ لے۔ ساری رات بے چینی میں گزری۔

www.paksociety.com

آنکھیں موندتا تو وہ سامنے آجاتی۔ روتی ہوئی، سسکتی ہوئی۔

صبح وہ کیمپس جانے کے لیے بے دلی سے تیار ہوا اور جب باہر نکلا تو قدم خود بخود بس اسٹاپ کے بجائے زواتا کروبی کی عمارت کی طرف بڑھ گئے۔ وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"آج میں بہت اداس ہوں، گھر کی اور گھر والوں کی یاد آرہی ہے۔ سوچا ایک دوست کے ساتھ یہ اجنبی ایک کپ چائے ہی پی لے، کچھ تو تنہائی دور ہوگی۔" وہ لہجے کو بشاش بناتے ہوئے اس کی سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

وہ مزید حیران ہوئی اور پھر خاموشی سے پلٹ گئی۔ وہ اس کے پیچھے چلا آیا۔ آج شاید وہ واقعی کسی دوست، کسی ہمدرد کی ضرورت محسوس کر رہی تھی اور اتنا تو وہ جان ہی چکی تھی کہ دائم منیب اس کا دشمن نہیں ہوسکتا۔ وہ کچن کی طرف بڑھ گئی۔ دائم کاؤنٹر کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا لوگے کافی یا چائے؟" اس نے پوچھا۔ وہ اس وقت سفید پینٹ کے ساتھ نیلی اور سفید دھاریوں والی کالر شرٹ میں ملبوس تھی۔ سر پر سفید اسکارف تھا۔ رویا رویا گلابی چہرہ رت جگے کی داستان سنا رہا تھا۔

"چائے... مگر خالی چائے نہیں ساتھ ناشتا بھی، اس کے بغیر میرا گزارا نہیں۔"

زواتا نے اس کی طرف دیکھا اور فریج سے ڈبل روٹی نکالنے لگی۔

"ہم ناشتا اکٹھا کریں گے۔"

"میں صرف کافی کا کپ لیتی ہوں اور وہ لے چکی ہوں۔"

"اس کی آنکھوں میں نمی سی اترنے لگی تھی۔

"میں اپنی تنہائی سے گھبرا کر تو تمہاری طرف آیا ہوں، تم ساتھ نہیں دوگی تو فائدہ۔" دائم نے دانستہ اپنے لہجے کو بشاش بنایا اور ڈبل روٹی اور انڈے کی پلیٹ اس کے سامنے رکھی۔

"جس کے ساتھ اتنے رشتے ہوں وہ تنہا نہیں ہوتا دائم!"

"رشتہ تو تمہارے پاس بھی ہے، پھر بھی تم اکیلی روتی ہو۔"

اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ محض ایک پل کے لیے وہ بھی گڑبڑایا، پھر سنبھل گیا۔ "تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں کہ تم روتی رہی ہو۔" اسے بروقت بات بنانی آگئی تھی۔

اس کی گلابی آنکھوں کی سطح پھر آبی ہونے لگی۔ وہ رخ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔ وہ اٹھ کر اس کے سامنے آیا۔ اس کی آنکھوں میں ساون بھادوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔

"تم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ میں کس رشتے کی بات کر رہا ہوں، خاکسار دائم منیب جیسے سچے اور مخلص دوست کی بات کر رہا تھا۔"

وہ آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرادی۔

"یہاں بیٹھو زواتا!" اس نے کاؤنٹر کے پاس رکھی دوسری کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نرمی سے کہا۔ وہ خاموشی سے آبیٹھی۔

"اب بتاؤ... تم روئی کیوں ہو؟" اس کا نرم دوستانہ لہجہ زواتا کو وجہ بتانے پہ مجبور کر گیا۔

"دائم! روشنک کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے، وہ اسپتال میں ہے۔" وہ ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ایک ثانیے کے لیے وہ چپ سا ہو گیا۔

"تمہاری اس سے بات ہوئی؟" وہ نفی میں سر ہلانے لگی۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"

"ماہ یار نے۔"

اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کون لفظوں کا سہارا لے کہ ایک ماں کو قرار مل جائے۔

"میں نے دونوں جہانوں میں اپنے لیے جہنم خود ... ہے۔ اب مجھے جلنا تو ہے۔" وہ تڑپ رہی تھی، سسک رہی تھی۔

اس نے اپنی گھڑی کا رخ اس کے آنسوؤں سے ...رے کی طرف کر دیا۔

✡ ✡ ✡

میرا باپ امیر کروبی بوعلی سینا یونیورسٹی میں فزکس کا پروفیسر تھا۔

...بہت مذہبی تھا مگر صرف عورت کے لیے۔ وہ پڑھا لکھا بندہ یہ تو جانتا تھا کہ بیوی بیٹی کو سر تا پا ڈھانپ کر ...ات پردوں میں چھپا کر رکھنا ہے، مگر اسے یہ معلوم نہ تھا کہ بیوی کو عزت بھی دیتے ہیں۔ وہ پیر کی جوتی سے ...یادہ اوقات بھی رکھتی ہے۔ اسے یہ خبر نہ تھی کہ ...ں رحمت ہے، اللہ کا عطا کردہ نایاب تحفہ ہے۔ اس ...ے سر پر کبھی ہاتھ بھی رکھتے ہیں۔ اس سے پیار کے ...و بول بھی بولتے ہیں۔

...یہ تو جانتا تھا کہ اس کی بیوی بیٹیوں پہ بیٹیاں پیدا ...رنے کا سنگین جرم کر رہی ہے مگر یہ نہ جانتا تھا بیٹا یا ...مرد کی قسمت سے ہوتے ہیں۔

...مذہب کے احکامات صرف عورت پر لاگو کرتا ...ہتا تھا۔ شوہر کے حقوق اسے بڑی اچھی طرح یاد تھے، ...ی کے فرائض اسے ازبر تھے۔ باپ کا مقام کے تمام ...اب اس نے رٹ رکھے تھے مگر بحیثیت شوہر اور باپ ...فرائض کے اسباق اسے بھولے سے بھی یاد نہ ...۔

...ی کو مارنا پیٹنا ہے، بیٹی پر ہاتھ اٹھانا ہے، انہیں ...س کہہ کر دھتکارنا ہے۔ یہ سب کرتے وقت اسے ...ھول جاتا کہ اس بارے میں اسلام کیا کہتا ہے۔ تب ...یکسر فراموش ہوجاتا کہ وہ مسلمان ہے۔

...بیٹیوں کے بعد میری ماں نے امیر کروبی کے لیے ...پیدا کردیا مگر اپنی جان کا نذرانہ دے کر۔ اب باپ ...کی تمام تر توجہ و محبت کا مرکز اس کا بیٹا، اس کا وارث رہ ...جس نے اس کی نسل چلانی تھی۔ ہم بیٹیاں تو جیسے ...سینے پہ دھرا بوجھ تھیں۔ مجھے نہیں یاد پڑتا ...نے کبھی ہم پہ ایک پیار بھری نگاہ بھی ڈالی ہو۔ ...صورت سے بھی اسے نفرت تھی جیسے۔

...ی بڑی بہن اسوہ ابھی تیرہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے اس کا نکاح ایک ساٹھ سالہ مرد سے کر دیا۔ اس کی نظر میں اس کی بچی بالغ ہوچکی تھی اور ولی کی حیثیت سے وہ اس بوجھ کو اٹھا کر پھینک سکتا تھا۔ جب اس آدمی کی عمر پر خاندان والوں نے باتیں کیں تو اس نے بہت آرام سے مذہب سے اس کی مثالیں دے دیں۔ وہ بڑے آرام سے ان اعلا اور عظیم ہستیوں سے اس گھٹیا شخص کا موازنہ کر ڈالتا۔ اسے اسلام اپنے مطلب کا ہی سمجھ آتا تھا اور میں اس کے دکھائے گئے آئینے میں اسلام دیکھتی رہی۔

دوسرے نمبر والی بہن بہاراں کو اس نے اپنے ہی جیسے ایک ذہنی مریض فتح ثانی کے ساتھ بیاہ دیا، جو اس سے بھی چار ہاتھ آگے تھا۔ وہ اسے لاتوں اور مکوں پہ رکھتا اور بات بات پر روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیتا۔ وہ شرابی جواری بھی تھا۔ شادی کے سال بھر بعد اس نے کسی بات پر طیش میں آکر اسے تین طلاقیں دے ڈالیں۔ میری بہن آگے کی رہی نہ ہی پیچھے کی۔ میرے باپ کا بس چلتا تو اس کے لیے تمام دروازے بند کر دیتا، مگر دنیا کو بھی منہ دکھانا تھا۔ میری بہن کے لیے شوہر کا یا باپ کا گھر ایک جیسا ہی تھا۔ وہاں بھی اسے سانس لینی تھی، یہاں بھی موت کا انتظار کرنا تھا۔ مگر موت اتنی اذیت ناک ہوگی، اس کا اندازہ اسے نہ تھا۔

ایک دن میرے باپ نے اچانک یہ مژدہ سنایا کہ وہ بہاراں کا نکاح کر رہا ہے۔ ہم سب اس کا گھر پھر سے بس جانے پہ مطمئن تھے اور دعا گو تھے کہ اب اس کی قسمت میں بہتر شخص لکھا ہو۔ شادی کے ایک ہفتے بعد جب وہ گھر لوٹی تو اس کا کھلا کھلا چہرہ، اس کی چمکتی آنکھیں دیکھ کر ہمیں لگا کہ ہماری دعا قبول ہوگئی۔ وہ بہت خوش تھی۔ بات بات پر تبسم اس کے لبوں پہ بکھر بکھر جاتا اور ہم اس کو دیکھ کر خوش تھے۔ "مگر... مگر..."

اس کا گلا رندھ گیا اور وہ رک گئی۔ اسے لگا، وہ آگے ایک لفظ نہ بول پائے گی۔ اس کی شہد رنگی آنکھوں میں غم یوں اتر آیا کہ دائم منیب کا جی چاہا وہ اب کچھ نہ بولے۔ کچھ یاد نہ کرے۔ جو کچھ بھی ہوا، وہ سب کچھ

www.paksociety.com

بھول جائے۔ ماضی کا ٹکڑا کسی قینچی سے کتر کر اس کی زندگی سے الگ کر ڈالے۔ مگر انسان کے پاس ایسے اختیارات کب ہوتے ہیں۔

"دائم! جانتے ہو پھر کیا ہوا۔۔۔ اگلے دن میری بہن نے خودکشی کرلی۔"

دائم نفی میں سرہلا کر رہ گیا۔ وہ اپنی آنکھیں میچ کر اپنے لب بھینچ کر ضبط کی کوشش کرنے لگی مگر ناکام رہی۔ آنسو ہر بند توڑ بیٹھے۔

"جانتے ہو اس نے ایسا کیوں کیا۔۔۔ کیونکہ اس کے دوسرے شوہر نے سات دن اسے کسی جنت میں رکھ کر طلاق دے دی تھی۔ امیر کرولی اور فتح ثانی نے مل کر یہ منصوبہ تیار کیا تھا اور اس کی دوسری شادی حلالہ کی نیت سے کروائی تھی۔ اس کے دوسرے شوہر نے یہ سب کسی لالچ میں کیا' یا دباؤ میں' کسی کو خبر نہ ہوئی مگر بہاراں یہ زیادتی برداشت نہ کرپائی اور چلی گئی اس دنیا سے۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ دائم نے اسے چپ نہ کروایا اور بہت وقت سے اس کے لرزتے وجود سے نظریں ہٹا کر اسے کھل کر رونے دیا۔ وہ چاہتا تھا' اسے اپنے ماضی پہ جتنے آنسو بہانے ہیں' سب آج بہا ڈالے اور پھر آنسو کبھی اس کا مقدر نہ بنیں۔ کچھ دیر بعد اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔

"باپ کے سارے جراثیم بہرنگ میں بھی تھے۔ وہ بے حد بدمزاج تھا۔ ہم بہنوں کا کام بھائی کو پالنا' اس کے ناز نخرے اٹھانا' اس کی بدتمیزیوں کو ہنس کر سہنا رہ گیا۔ میری بہنوں کو تو شاید اس کی عادت ہوگئی تھی مگر اسی ماحول میں پیدا ہونے' اسی میں پلنے بڑھنے کے باوجود میں عادی نہ ہوسکی۔ میرے اندر بغاوتی جراثیم شروع سے رہے تھے۔ میرا جی چاہتا تھا اپنے باپ کو زہر دے دوں' اپنے بھائی کو سڑک پر چلتے ہوئے کسی گاڑی کے آگے دھکا دے دوں' خود کو آگ لگالوں یا پھر اس گھر سے بھاگ جاؤں۔

اور پھر میری آخری خواہش پوری ہوگئی۔

ماہ یار محسنی میرے والد کا شاگرد تھا۔ وہ اکثر ان سے ملنے گھر آتا تھا۔ اس کے نرم خو لہجے نے مجھے اپنی طرف مائل کیا اور پھر میرے اور اس کے بیچ دل کا رشتہ پنپنے لگا۔ میں اپنی دونوں بہنوں کا حال دیکھ چکی تھی او اپنے ساتھ ایسا کچھ ہونے سے پہلے فیصلہ کرلینا چاہتی تھی۔ امیر کرولی کو میرے اور ماہ یار کے بیچ تعلق کا علم ہوا تو اس نے ایک ہنگامہ برپا کردیا۔ مجھے مارا پیٹا اور قید میں ڈال دیا۔ میں اپنی ماں اور باقی بہنوں کی طرح صابر نہیں تھی' اس لیے مزید اس کا ظلم برداشت کرنے انکار کردیا اور ماہ یار کے ساتھ نکاح کرلیا۔ میرے باپ نے مجھ سے ہر تعلق توڑلیا۔ میری وجہ سے دوسری بہنوں کی زندگی میں امتحان کچھ اور بڑھ گئے' مگر ان کے لیے میں اپنے باپ کو موقع تو نہیں دے سکتی تھی نا کہ وہ اسوہ اور بہاراں کی طرح میری زندگی بھی برباد کر دے۔

ماہ یار ابھی اپنی تعلیم مکمل کررہا تھا اس لیے پارٹ ٹائم نوکری کرنے پہ مجبور تھا۔ ایسے میں' میں نے اس کا ساتھ دیا۔ میں ایک لکھاری تھی۔ میرے قلم نے ا کے مشکل دنوں میں اس کا ساتھ دیا "اسلام میں عورت کا درجہ" سے پہلے میری جو چار کتابیں شا ہوئیں۔ وہ اسی عرصہ کی بات ہے' جب ماہ یار مجھ انحصار کرتا تھا۔

ان ہی دنوں میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ اپنی زن میں ہی وہ اپنی جائیداد کا بڑا حصہ بہرنگ کے نام تھا۔ باقی ماندہ روپے و جائیداد ہم بہن بھائی میں ہوئی تو بھی ہم بہنوں کو ایک ایک حصہ ملا جبکہ ا دوگنا حصہ ملا۔ پہلے ہی باپ نے ساری عمر بیٹے کو نوا پھر اسلامی قانون کے مطابق بھی وہ ہم سے زیا حقدار ٹھہرا۔ مجھے اسلام میں یہ تقسیم ۔۔۔ اچھی نہ لگی۔

تعلیم مکمل ہونے کے بعد ماہ یار کو اچھی نوکری اور ہمارے اچھے دن شروع ہوگئے' مگر یہ اچھا بہت کم عرصہ پہ محیط تھا۔ روشنک ابھی تین ماہ کی کہ ماہ یار کی زندگی میں لالے آگئی۔ ماہ یار کے رو میں آتی تبدیلی میں محسوس تو کررہی تھی مگر اس

...ان نہ ہوئی تھی۔

...میں نے جتنا ٹوٹ کر اسے چاہا' اتنی ہی محبت کا میں ...بھی حق دار سمجھتی تھی۔ میں نے کبھی نہیں سوچا ...وہ مجھ سے بے وفائی کرے گا اور جب اس نے ایسا ...اور لالے کو دل کے سنگھاسن پہ بٹھا کر مجھے کسی ...سامان کی طرح ایک کونے میں پھینک دیا تو ...اندر ایسی آگ بھڑکی' جو سب کچھ جلا کر خاکستر ...کرنا چاہتی تھی۔

...میرے سامنے اس کے ساتھ رہتا' ہنستا بولتا اور ...جتاتا۔ اس وقت اسے یہ احساس بھی نہ ہوتا کہ ...وہ میرے ساتھ بھی یہی وقت گزار چکا ہے۔ وہ ...باپ کی طرح مجھے گالیاں نہ دیتا تھا' مارتا پیٹتا نہ ...مگر وہ میرے جذبات کے ساتھ کھیلتا' اس کی تکلیف' ...کی اذیت اس ظلم سے کئی گنا بڑھ کر تھی۔ وہ ...اور روشنک کے تمام حقوق بھلا کر لالے کے ...اپنی زندگی میں مگن تھا۔ وہ اپنی ذمہ داریوں اور ...سے قطعی لاتعلق ہوگیا۔ ہمارا نان نفقہ ادا کرنا ...ادیا۔

...میں نے ماہ یار کا ہر سلوک' ہر رویہ برداشت کیا بلکہ ...برداشت کیا مگر پھر حد ہوگئی۔ وہ تیری بیوی اٹھا

...لگا اب اگر میں ایک منٹ بھی اس گھر میں رہی ...دماغ کی شریان پھٹ جائے گی۔

...غم ایسے ہوتے ہیں جو حلال و حرام کا فرق بھلا ...ہیں۔ انسان کی سوچ پر شیطان کا قبضہ ہو جاتا ...خود کچھ سوچنے جوگا رہتا نہیں۔ اس کے ذہن ...سلیٹ پر ابلیس تحریر کرتا ہے اور انسان پڑھ کر عمل ...ہے۔ جب شیطان انسان کے نفس پر قابض ہو ...تو منفی خیالات اس کے ذہن کی آماجگاہ بن ...ہیں۔

...شیطان کے نرغے میں بری طرح پھنس چکی

...ہنوں اور اپنی زندگی پر نگاہ کرتی تو عورت مرد کی ...کے سائے تلے سانس لیتی نظر آتی۔

مذہب میں مرد کے لیے بہت نرمی تھی' رعایت تھی' گنجائش تھی اور عورت کے لیے پکڑ ہی پکڑ تھی۔۔۔

مرد کو چار چار شادیاں جائز۔ عورت شوہر کے علاوہ کسی اور کی طرف دیکھ بھی لے تو بے حیا' بدچلن۔۔۔

جائیداد میں بیٹے کے دو حصے اور بیٹی کا ایک حصہ۔۔۔

عورت کی گواہی آدھی۔۔۔

طلاق کا حق صرف مرد کے پاس۔ جس سے وہ عورت کی جان کھینچ کر رکھتا۔۔۔

مرد کو عورت پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت۔۔۔

حلالہ کے لیے عورت کا امتحان۔۔۔

اب سب حقائق کو اگر آنکھوں پر شیطان کی چڑھائی عینک لگا کر دیکھو' اگر ذہن کو اس کے تابع کر کے سوچو تو عورت کے اندر وہی سوچ جنم لیتی ہے جو میرے اندر پیدا ہوئی۔

ماہ یار سے میں نے طلاق لینی چاہی تو اس کے لیے بھی اس نے مجھے خوب رولا' مگر میں اب اس کے منہ پر تھوکنا بھی نہ چاہتی تھی۔ اس کے ساتھ رہنا تو ناممکن تھا۔ خلع کے لیے مجھے عدالت جانا پڑا۔ وہاں ماہ یار نے میرے کردار پر کیچڑ اچھالی۔ اگر میرے پاس بھی طلاق کا حق ہوتا تو میں اتنی خوار و رسوا نہ ہوتی۔ تب مجھے لگا کہ اللہ نے عورت کو مرد کی پسلی سے نہیں' اس کی جوتی سے پیدا کیا ہے۔

"میرے دل سے ماہ یار کی محبت ختم ہوئی اور پھر مذہب کی بھی اور۔۔۔ اللہ کی بھی۔"

میرے اندر کی آگ ایسی بھڑکی' جو بجھنے والی نہ تھی۔ میں ایک لکھاری تھی۔ اپنے اندر کی سرکشی کو قلم کے ذریعے باہر نکال ڈالا۔ لفظوں کی اس آگ کو بجھایا اور "اسلام میں عورت کا درجہ" لکھ ڈالی اور آدھی دنیا کی تھو تھو اور آدھی دنیا کی واہ واہ سمیٹی۔ مجھے کسی شے کی پروا نہ تھی۔ اس وقت مجھے لگتا تھا کہ میں حق سچ کی علمبردار ہوں۔ یہ بھول بیٹھی کہ اندر کی آگ بجھانے کے لیے اپنے پورے وجود کو نارِ جہنم میں جھونک ڈالوں گی۔

سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی طرح مجھ پر بھی کفر کا فتویٰ لگ گیا' مجھے ملک بدر کر دیا گیا۔ کئی ممالک سے مجھے مذہبی پناہ کی پیشکش ہوئی۔ میں نے امریکہ آنا پسند کیا۔ یہاں میری بہت پذیرائی ہوئی۔ میری کتاب کو کئی ایوارڈ بھی ملے۔ ان دنوں مجھے حق و باطل کی تمیز اس حد تک بھول گئی تھی کہ میں سراپا شیطان بن گئی۔

جہاں تک بات تھی اپنی بیٹی کی تو وہ صرف میری بیٹی تو نہ تھی' پھر میں کیوں اسے پالتی۔ ماہ یار سکون سے اپنی بیویوں کے ساتھ رہتا اور میں اس کی اولاد پالتی پھرتی۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا تھا۔ اس لیے میں نے روشنک کو اس کے پاس چھوڑ دیا۔ میں تو ان دنوں سراپا نفرت بن گئی تھی۔ میں نے روشنک کے وجود کو یکسر فراموش کر دیا اور بس اپنے جذبہ نفرت اور سرکشی کو زندہ رکھا۔

اللہ کے بنائے گئے قوانین کے ساتھ' اس کے دیے گئے احکامات کے ساتھ اعلان بغاوت کرتے ہوئے میں نے شراب بھی پی۔ جوا بھی کھیلا۔ امیر کروں کا شملہ نیچے کرنے کے لیے اور ماہ یار محسنی کو تکلیف دینے کے لیے اس کا چین چھیننے کے لیے اور اپنے دل کو تسکین دینے کے لیے میں نے غیر مردوں کے ساتھ دوستیاں بھی رکھیں۔ جیمز وولف جو کہ ایک امریکی گلوکار تھا۔ اس نے شادی کی پیش کش کی تو میں نے قبول کرلی۔ میں ماہ یار محسنی کو دکھانا چاہتی تھی کہ میں بھی پھر اپنا گھر بسا سکتی ہوں۔

شادی کے دو مہینے بعد ہی جیمز کے رنگ ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہر دوسرے دن نئی لڑکی نظر آتی۔ بات دوستی تک رہتی تو ٹھیک تھی مگر ان کے بیچ جو تعلقات تھے' وہ میری برداشت سے باہر تھے۔ مردوں سے دوستیاں کرنے کے باوجود میں کبھی بے راہ روی کا شکار نہ ہوئی تھی۔ اس لیے میں جیمز کو بھی یہ اجازت نہیں دے سکتی تھی۔ جس کی وجہ سے ہمارے بیچ روز چخ چخ ہوتی۔ مجھے اس سے گھن آنے لگی تھی۔ اس کا وجود غلاظت کا ڈھیر لگنے لگا۔ چھ ماہ بعد میں نے اس سے طلاق لے لی اور اکیلے رہنا شروع کر دیا۔

یہ جو سامنے والا اپارٹمنٹ ہے نا۔ اس میں ایو رہتی تھی اپنے بوائے فرینڈ پال کے ساتھ۔ ان کے دو بچے تھے۔ دس سالہ بیٹی اور سات سالہ بیٹا۔ پال شادی شدہ تھا اور اس کی اپنی پہلی بیوی سمانتھا سے بھی تین بچے تھے۔ جب میں یہاں آئی تو اس کے دو ماہ بعد ہی پال کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ایوا اپنے دونوں بچوں کے ساتھ رُل گئی۔ کیونکہ پال کی ساری جائیداد اس کی بیوی سمانتھا اور اس کے تینوں بچوں میں تقسیم ہو گئی۔ کیونکہ وہی اس کی قانونی بیوی تھی اور اس کے بچے ہی قانونی وارث تھے۔ ایوا کی کوئی حیثیت تھی نہ ہی اس کے بچوں کی۔ اس کی حالت اور اس کی بے بسی دیکھ کر مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ اسلام میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس میں دوسری بیوی کی بھی معاشرے میں عزت ہے' قانون میں برابری کا درجہ ہے۔ اس کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے ناجائز نہیں کہلاتے۔ ان کا بھی باپ کے نام پر حق ہوتا ہے۔ اپنے باپ کے قانونی وارث ہوتے ہیں۔ ان کی تضحیک نہیں ہوتی' ان کو حرامی ہونے کی گالی نہیں سننی پڑتی۔

مرد اور عورت ذہنی اور جسمانی طور پر فطرتاً" مختلف ہیں۔ عورت جس سے محبت کرتی ہے' بس اسی کی جاتی ہے۔ وہ کسی دوسرے مرد کو سوچنا بھی گناہ سمجھتی ہے۔ ایسا سو فیصد نہیں تو نوے فیصد ضرور ہے۔ جبکہ مرد کے معاملے میں حساب الٹ ہے۔ اس کی زندگی میں ایک کی موجودگی میں دوسری عورت بڑے آرام قدم دھرتی ہے۔ اس کے دل میں بڑی گنجائش رہتی ہے۔ اس کی فطرت عجیب ہے۔ کوئی عمر بھر عام شکل و صورت کی بیوی کی محبت میں مبتلا رہ کر اس سے نبھاتا جاتا ہے تو کوئی حسین و جمیل' خوب صورت بیوی سے چند برسوں میں اکتا جاتا ہے۔ کبھی گھر والوں کی طرف سے آنے والی بیوی تمام عمر اس کے دل پہ راج کرتی ہے تو کبھی وہ عورت جسے جنون کی حد تک چاہ کر زندگی میں مانگ مانگ کر' گھر بھر خاندان بھر کی مخالفت مول لے کر بیاہا ہوتا ہے' کچھ عرصہ بعد اسی سے جان چھڑاتا ہے۔

کبھی بے اولاد مرد راضی برضا رہ کر تمام عمر اپنی اسی بیوی کے سنگ گزار دیتا ہے' اور کوئی صحت مند' خوب صورت اولاد کی نعمت پانے کے باوجود بھی دوسری عورت کی طرف جانے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ غرض مرد کا دل پھرنے کی کوئی وجہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسلام میں مرد کی فطرت کے مطابق جائز رستہ رکھا گیا۔

غیر مذاہب میں مرد کو ایک سے زیادہ شادی کی اجازت نہیں اس لیے وہ ایسے حالات میں چور راستے تلاش کرتا ہے۔ بدکاری کی طرف جاتا ہے۔ بے حیائی اور بے راہ روی رواج پاتی ہے۔ مرد کو ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت نہیں' اس لیے دوسری عورت سے ہونے والا معصوم بچہ ناجائز کہلاتا ہے۔ اس کا وجود گالی بن کر رہ جاتا ہے۔ جس کے یقیناً کئی منفی اور برے اثرات مرتب ہوتے ہیں ان کی شخصیت پر۔ مردوں کو گندگی میں رہنے کی اتنی عادت ہو گئی ہے کہ ایک شادی بھی انہیں بوجھ لگنے لگی ہے۔ یہ بغیر کسی رشتہ کے رہنے میں زیادہ سہولت محسوس کرتے ہیں' اس لیے ان میں شادی کا رواج ہی ختم ہو رہا ہے۔ جبکہ مسلمان معاشرے میں ہر رشتہ حلال اور جائز ہے۔ ماہ یار سے مجھے نفرت ہوئی تھی' مگر کبھی اس سے گھن نہیں آئی۔ جیمز سے مجھے گھن آتی تھی۔

ایک نامور مسلمان عالم سے کسی نے اسلام میں تعدد ازدواج (مرد کی چار شادیاں) کے بارے میں سوال کیا تو ان کے جواب نے کسی حد تک میرے اعتراض کو دور کیا۔

انہوں نے کہا کہ مرد اور عورت کی شرح پیدائش ایک سی ہے مگر شرح اموات مردوں میں زیادہ ہے۔ جنگوں میں' حادثات میں یہاں تک کہ طبعی طور پر بھی مردوں کی اموات زیادہ ہوتی ہیں۔ یوں مردوں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے اور عورتوں کی زیادہ۔ اس لیے مرد کے نکاح میں ایک سے زیادہ عورت بھی ہے۔ تو اس سے بگاڑ پیدا نہیں ہوتا۔

انہی دنوں مجھے ایک فلم کا اسکرپٹ لکھنے کے لیے تبت جانا پڑا۔ انڈیا' نیپال اور بھوٹان کے کچھ علاقوں کی طرح تبت میں بھی پولینڈری (عورت کے ایک وقت میں ایک سے زیادہ شوہر) پریکٹس میں ہے۔ وہ شوہر اکثر اوقات آپس میں بھائی ہوتے ہیں۔ یہ عورت پر کیسا ذہنی اور جسمانی تشدد ہے' اس کے لیے کیسی اذیت ہے۔ اس کی عزت نفس' اس کے پندار پہ کیسی قیامت ہے۔ ہر ذی ہوش بندہ سمجھ سکتا ہے۔

جب ماہ یار نے لالے سے شادی کی تو میرا دل چاہتا تھا' میں بھی دوسری شادی کر کے اس کی نظروں کے سامنے دوسرے مرد کے ساتھ رہوں۔ وہ ایک انتقامی جذبہ تھا' جس نے مجھے اس قدر گھٹیا سوچنے پہ مجبور کیا۔ اسلام تو بہت پیارا دین ہے۔ اس میں عورت کو اجازت دی گئی کہ اگر اسے اپنا شوہر پسند نہیں تو وہ اسے چھوڑ سکتی ہے۔ اپنی پسند کے مرد سے نکاح کر سکتی ہے مگر ایک طریقے سے۔ تاکہ اس کی زندگی میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ وہ ذہنی اور جسمانی اذیت نہ سہے۔ اس لیے اسلام میں پولینڈری نہیں ہے۔

جہاں عورت ایک سے زیادہ شوہر رکھتی ہے وہاں ان کے بچے کا باپ کون ہے یہ خبر کسی کو نہیں ہوتی۔ جب بچے کے سامنے ایک وقت میں چار چار باپ کھڑے ہوں تو وہ کس کو "ڈیڈ" کہے۔ ماہر نفسیات کہتے ہیں جس بچے کو اس کی مکمل پہچان اور شناخت نہیں ملتی۔ وہ بھرپور زندگی نہیں گزارتے عورت کے سامنے اس کا بچہ اس کے سامنے سوالیہ نشان بن کر کھڑا نہ ہو۔ اس لیے اسلام میں پولینڈری نہیں ہے۔

اصل میں اسلام کچھ اور ہے اور مسلمان کچھ اور۔ اللہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ضابطہ حیات دیا اور مسلمان نے اس کی کیا شکل بنا دی۔ معاملہ وراثت کا ہو یا کاروبار کا' مرد کے حقوق کا ہو یا عورت کے' شادی کا ہو یا زوجین کے بیچ سلوک کا' طلاق کا ہو یا حلالہ کا' معاشرتی ہو یا اقتصادی۔ ہر معاملے میں اسلام کو نہیں' مسلمان کو دیکھا جاتا ہے اور سب سے بڑا المیہ یہ کہ اسلام کو جاننے' سمجھنے اور پرکھنے کے لیے بھی اسلام کو نہیں' مسلمان کو دیکھا جاتا

www.Paksociety.com

ہے اور آج کا مسلمان ہے کیا فرقوں اور مسالک میں بٹا ہوا گروہوں اور طبقات میں منقسم۔

میں بھی یہی کرتی رہی' اسلام کو نہیں مسلمان کو دیکھتی رہی۔ امیر کروبلی' ماہ یار محسنی اور فتح ثانی جیسے مسلمان کو۔

اور جب اسلام کو دیکھا' اس کو جانا تو مجھے ہر سوال کا جواب مل گیا' سب سمجھ میں آگیا مگر......

عزت' سکون اور بیٹی کو کھونے کے بعد......

اللہ کو کھونے کے بعد.....

☼ ☼ ☼

وہ بول بول کر جیسے تھک چکی تھی۔ یا شاید ماضی کی بھول بھلیوں میں بھٹک کر تھک گئی تھی۔ اس نے صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ دائم پانی کا گلاس بھرنے گیا اور وقت دیکھنے کے بہانے اپنی کلائی سامنے کی اور گھڑی میں نصب کیمرا جھکے سے بند کر دیا۔

"شکریہ دائم۔" اس نے گھونٹ گھونٹ پانی اپنے اندر اتارتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

"میرے ساتھ دینے کا۔ اس وقت حقیقتاً" مجھے ایک دوست کی ضرورت تھی۔"

"دوست کہہ رہی ہو تو یاد رکھو۔ دوست کو شکریہ کہتے ہیں نہ ہی سوری۔" وہ ممنون نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ سامنے کارنر اسٹینڈ پر پڑی روشنک کی تصویر کو غور سے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ کیا ایسی سبیل پیدا ہو کہ ذوا تا اپنی بیٹی سے مل لے۔ وہ ماہ یار سے رابطہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ شاید وہ اس کی مدد کرے۔ آخر بیٹی کے ایکسیڈنٹ کی خبر بھی تو اس نے ذوا تا کو دی۔ اس کا مطلب ہے فطرتاً" وہ اتنا برا شخص نہیں۔

"دائم! دعا کرو میری بیٹی ٹھیک ہو جائے۔" اسے تصویر کی طرف دیکھتے پا کر اس نے درخواست کی۔

"ان شاء اللہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔" اس تسلی دی۔

"تم جانتے ہو دائم! اس کی یہ تصویر میں نے کہاں سے لی ہے؟ ایک اخبار سے تراشی ہے۔ میں تو ا غریب ہوں کہ میری متاع میں میری بیٹی کی کوئی تصو بھی نہیں تھی۔ میں جب امریکہ آئی تھی تو سارے رشتے ختم کر کے' اپنا ماضی بھلا کر ایران سے نکلی تھی یہا مجھے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں ایک ماں ہوں۔ اب روشنک بھول چکی ہو گی کہ اس کی ایک ماں بھی ہے سگی ماں۔"

"وہ نہیں بھولی ہو گی۔" دائم نے اسے یوں ہی تس دی۔

"صحیح کہتے ہو' وہ نہیں بھولی ہو گی۔ لوگ اسے بھولنے نہیں دیتے ہوں گے۔ اس کو دیکھ کر سرگوشیا کرتے ہوں گے' طعنے دیتے ہوں گے۔ دائم! دعا کرو لوگ بھول جائیں کہ روشنک محسنی ذوا تا کروبلی کی بیٹی ہے۔ یہ حوالہ اسے مزید تکلیف نہ دے' اذیت نہ دے۔"

وہ پھر بے تحاشا رو رہی تھی۔

اس پل دائم منیب کا دل چاہا' وہ ان آنسوؤں کو اپنے پوروں پر چن لے۔ اس کا ہاتھ تھام لے۔ اس سارے تخم مٹا دے۔ بس مسکراہٹیں ہوں' خوشیاں ہوں' مسرتیں ہوں۔

☼ ☼ ☼

آج حدیقہ کی سالگرہ تھی۔ صبح سے اسے دا فون کا انتظار تھا' مگر فون آیا نہ ہی اس کا کوئی پیغام۔ تلملاتی ہوئی ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی اور عائزہ اسے عاجز کر دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

"یہ تمہیں تنگ کر رہا ہے حدیقہ.....! دائم کا تم پتا تو ہے نہ اس نے کبھی اپنی سالگرہ منائی' نہ ہی ا کسی کا برتھ ڈے یاد رہتا ہے۔" مہرتاب اسے ا

ساتھ لگائے پیار سے کہہ رہی تھیں۔

"حدیقہ کسی' تو نہیں ہے امی!" عائزہ نے جان بوجھ کر کسی پر زور دیا۔ حدیقہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

"ماما' اس کا فون..... میں خود اس سے پوچھتی ہوں۔" اس کو اتنا اداس دیکھ کر وہ جوش میں آگئیں۔

"نہیں ماما پلیز' یوں بھلا مجھے کیا خوشی ملے گی۔ دل تو تب خوش ہو گا نا جب اسے خود سے یہ دن یاد ہو گا۔" اس نے انہیں سختی سے منع کر دیا۔

شام میں دائم کا فون آیا' مگر اسے یاد ہی نہ تھا۔ آخر مہرتاب نے ہی دانستہ ذکر کر دیا۔

"وہ امی! ابھی یہاں 11 تاریخ چل رہی ہے۔ حدیقہ کی سالگرہ تو 12 کو ہوتی ہے نا۔ تو مجھے آج کیسے یاد رہتی۔" اسے بروقت بہانہ سوجھا تھا۔ نیویارک کے دس گھنٹے پیچھے ہونے کا کچھ تو فائدہ ہوا۔ حدیقہ سے بات کرتے ہوئے بھی اس نے یہ ہی بہانہ گھڑا۔ دل ہی دل میں وہ خود کو ملامت کر رہا تھا کہ اسے یہ دن یاد رکھنا چاہیے تھا۔

"ویسے میں بڑا خوش ہوں۔ امریکہ ہم سے کہیں تو پیچھے ہے' اور خوش تو بھائی بھی ہوں گے کہ آج اس سے ایک بڑے جھگڑے سے بال بال بچ گئے۔" عائزہ اسے پھر ستا رہا تھا۔

وہ چڑی نہیں' کیونکہ اس کا دھیان دائم کی طرف تھا۔ آج وہ کچھ الجھا الجھا سا لگ رہا تھا۔ اس کا لہجہ بھی ہمیشہ کی طرح ترو تازہ اور خوش گوار نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ ماہ تاباں رقص کر رہی تھی۔

اس کے پنکھڑیوں جیسے عنابی ہونٹوں پہ کوئی گیت مچل رہا تھا۔ اس کے رخساروں پہ ہمیشہ کی طرح گلاب کھلے ہوئے تھے۔ وہ بے خود سا اسے دیکھتا چلا گیا۔

اس نے اسے بے تحاشا روتے ہوئے' تڑپتے ہوئے دیکھا تھا۔ ساری ساری رات سجدوں میں پڑے دیکھا تھا۔ مسجد الرحیم میں گھنٹوں گزارتے دیکھا تھا۔ بے سکون و بے قرار دیکھا تھا' مگر اس روپ میں کبھی نہ دیکھا تھا۔

وہ بہت خوش لگ رہی تھی۔ اس کے لبوں پہ مسکراہٹ مستقل سجی ہوئی تھی۔ شاید وہ کوئی فارسی گیت تھا' جس پر وہ رقصاں تھی۔ دائم منیب کا دل بھی جیسے اس کے بدن کے انگ انگ کے ساتھ تھرکنے لگا۔

اس نے بغیر بازوؤں کا آتشی گلابی رنگ کا لباس پہن رکھا تھا جو پیروں تک جا رہا تھا۔ اس کے گہرے گلے پہ کوئی کام ہوا تھا۔ جس کے بوجھ سے وہ ڈھلکا جا رہا تھا۔ دائم نے نظریں چرائیں' مگر کچھ لمحوں بعد وہ پھر اس کے سراپے میں کھویا ہوا تھا۔ وہ اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ اس پر سے نگاہ ہٹانا دائم منیب کے لیے دنیا کا مشکل ترین کام ہو گیا۔ وہ اپنے آپ کو بہت بے بس پا رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا قیامت تک ذوا تا کروبلی رقصاں رہی تو وہ قیامت تک اپنی پلکیں جھپک نہ پائے گا۔

کیا تھی یہ ذوا تا کروبلی.....

سیاہ چادر میں چھپی ہوتی یا اس آتشی گلابی پیراہن میں ظاہر..... وہ ساحرہ ہی رہتی۔

نیناں نیر بہاتے یا لب تبسم سجاتے' وہ طلسم ہی پھونکتی۔

دائم کو پلکیں جھپکانی پڑیں' اس کے ہوش ربا سراپے سے نگاہ چرانی پڑی' اس کے دودھیا بازو پہ کہنی کے پاس سجا وہ گہرا سیاہ تل اس کیم کورڈر نے اس خوب صورتی کے ساتھ زوم کر کے دکھایا تھا کہ دائم منیب کا دل اس تل کو چھو کر محسوس کرنے کے لیے مچل اٹھا۔

اس نے اپنے ہی دل کی خواہش پہ گھبرا کر کیم کورڈر پیچھے کیا اور کھڑکی کے سامنے سے ہٹ گیا۔ مگر دل تھا کہ وہیں کہیں اس کھڑکی کے پار اس ایرانی مہ جبیں کے ساتھ رقصاں تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ اپنی رات والی حرکت پر نادم تھا۔

www.Paksociety.com

یہ تو بہت معیوب حرکت تھی۔ وہ کس مقصد کے لیے اس کھڑکی کے پار کے مناظر کو شوٹ کر رہا تھا۔ اب یوں ہی فارغ وقت میں کھڑکی میں کھڑے رہنا اس کی عادت سی ہوگئی تھی۔ نہیں 'شاید ذواتا کروبی کو دیکھنا اس کی عادت سی بن گئی تھی۔

اس کی کھڑکی بہت کم کھلی ہوتی تھی 'مگر وہ وہاں کھڑا ہوتا تھا۔ ادھر ادھر دیکھنے کے بعد گھوم پھر کر اس کی نگاہ اس کھڑکی پر جا رکتی۔ جس جستجو میں وہ تھا اس کے لیے گھنٹوں کھڑکی کے آگے کھڑا رہنا ضروری تو نہ تھا مگر شاید۔ نہیں 'یقیناً" اسے ذواتا کروبی کو دیکھنے کی عادت سی ہوگئی تھی۔

یہاں تک تو ٹھیک تھا 'مگر کل رات والی حرکت۔

اس نے خود کو ملامت کی اور فیصلہ کیا کہ آئندہ کبھی وہ یوں کھڑکی کے اس پار نہیں جھانکے گا۔ ویسے بھی اب کام کے مناظر وہ عکس بند کر چکا تھا۔

دل چپکے سے اس کے فیصلے پر ہنس پڑا اور دائم منیب پر بہت جلد یہ بات کھل گئی کہ اب وہ کتنی بھی کوشش کر لے۔ ذواتا کروبی اس کے دل کی سرزمین پہ قدم رکھ چکی ہے 'وہ بھی بلا اجازت۔ جیسے وہ اس کی ذاتیات میں بغیر اجازت داخل ہوا تھا۔

وہ آنکھ بند کرتا تو سسکتی ہوئی ذواتا کروبی اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی۔

وہ آنکھیں کھولتا تو مسکراتی گنگناتی محو رقص ذواتا کروبی سامنے آ جاتی۔

اس کی ہر کوشش ناکام ہو رہی تھی۔

وہ حدیقہ کے ساتھ خیانت کر رہا تھا۔ یہ احساس ہونے کے باوجود وہ مجبور تھا دل کے ہاتھوں۔ وہ خود کو ملامت کرنے لگتا کہ اسے تو عمر بھر وفا نبھانی تھی۔ حدیقہ کا ساتھ نبھانا تھا۔ اس کا وفاؤں پر یقین بحال کرنا تھا 'مگر وہ کر کیا رہا تھا۔

بائیس سال تو کیا بائیس ہفتے وہ اس سے وفا نبھا نہ پایا تھا۔

☆ ☆ ☆

نیویارک آئے اسے سات ماہ ہو چکے تھے۔ انہی دنوں مائرہ کی شادی طے پا گئی۔ امی اور بابا چاہتے تھے کہ پانچ 'چھ ماہ انتظار کر لیا جائے 'تاکہ دائم کی شادی بھی ساتھ ہی رکھ دی جائے؟ مگر جاذب انہی دنوں پاکستان آیا ہوا تھا۔ اس لیے اس کے گھر والوں کی طرف سے اس ماہ شادی کا اصرار کیا جا رہا تھا۔ سو ان کی بات مان لی گئی۔ اس کی اکلوتی بہن کی شادی تھی 'اسے تو جانا ہی تھا۔ مائرہ کے بھی فون پہ فون آ رہے تھے۔ اس کے پاکستان جانے کا سن کر ذواتا اداس سی ہوگئی تھی۔ لیکن کچھ کہا نہیں تھا۔ پھر دائم کے ساتھ شاپنگ اور سب کے لیے تحائف خریدنے میں اس کی مدد بھی کی۔ جس دن اس کی فلائٹ تھی اس دن کھانا اپنے ساتھ کھانے کی دعوت تھی۔ پھر واپسی پر پہلی بار وہ اس کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ آئی تھی۔

وہ جو شے لے کر آتا 'اسے صوفے یا میز پر یوں رکھ دیتا۔ ارادہ تھا کہ ایک ساتھ پیکنگ کرے گا۔ ذواتا نے تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد خود ہی پیکنگ شروع کر دی۔ دائم نے منع بھی نہیں کیا۔

"یہ کس کے لیے لیا ہے؟" ذواتا نے ایک سفید اور نیلے رنگ کا سوٹ ہاتھ میں تھامتے ہوئے پوچھا۔

"حدیقہ کے لیے۔"

"حدیقہ بہت خوش قسمت ہے 'اس کو تم جیسا جیون ساتھی ملا۔" وہ سادہ سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔ دائم ہلکا سا مسکرا کر کافی کا گرم گھونٹ بھر گیا۔

"دائم تم چلے جاؤ گے؟"

وہ ٹھٹک کر مڑا "چند دنوں کے لیے۔" اس نے آہستگی سے جواب دیا۔

وہ مزید کچھ نہیں بولی مگر دائم کو لگا وہ رو رہی ہے۔ اس نے قریب آ کر اسے آواز دی مگر وہ چہرہ دوسری طرف کیے کھڑی رہی۔

"پلیز ذواتا! مت رو۔ مجھے جانا مشکل لگے گا۔"

"ان آنسوؤں میں اتنی طاقت کہاں کہ تمہیں روک لیں۔"

"تم کہو گی تو میں نہیں جاؤں گا۔" بالکل بے اختیار اس کے منہ سے نکلا 'پھر جیسے اپنے ہی لفظوں پہ

ہل گیا۔

"مگر اس ہنسی میں اتنی طاقت نہیں کہ تمہیں روک لے۔" حدیقہ کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے۔ وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

حدیقہ نے دائم منیب سے محبت کی تھی۔ اور محبت کرنے والا محبوب کے دھڑکتے دل 'اس کی پلکوں کی جنبش تک پہ نگاہ کیے رکھتا ہے۔ اس لیے اس کے انداز و اطوار میں اس کی نگاہ میں آئے فرق کو سب سے پہلے محسوس کر جاتا ہے۔ وہ بھی بدلے ہوئے دائم منیب کو دیکھ رہی تھی۔ جو اس سے نگاہ چرائے رکھتا تھا۔ اس کے پاس اکیلا بیٹھنے سے گھبراتا تھا۔ وہ اس کے لیے تحفہ لایا تھا 'مگر وہ تحفے اسے دینے میں گرمجوشی نہ دکھاتا۔ وہ اس سے بات کرتا تھا 'مگر حدیقہ کو اس کا دھیان کہیں اور محسوس ہوتا۔

مائرہ کی مہندی والے دن اس نے دائم کی پسند کا سوٹ پہنا۔ دل سے اس کے لیے تیار ہوئی۔ سب نے اس کی تعریف کی۔ مگر دائم نے شاید اسے نظر بھر کر بھی نہ دیکھا۔ وہ اسے سیڑھیوں سے نیچے آتا دیکھ کر گھبرائی تھی 'مگر وہ موبائل کان سے لگائے اس کے پاس سے گزر کر چلا گیا۔ اسے تضحیک کا احساس ہوا۔ کوئی پوچھتا تو وہ اس کو پھر منہ بھی نہ لگاتی۔ مگر وہی۔۔۔ دل کا معاملہ۔۔۔ جس میں گنجائش خود بخود نکل آتی ہے۔ ماننے والے کو رعایت خود بخود مل جاتی ہے۔ وہ اس کے پیچھے چلی آئی۔

"پاکستان کے حالات ٹھیک ہیں 'تم فکر نہ کرو۔" وہ ٹیرس میں ایک کونے پہ کھڑا کسی سے بات کر رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔ بجلی بھی ہوتی ہے۔" وہ ہلکا سا ہنسا۔ "تم اپنا خیال رکھنا۔"

بات کر کے پلٹا تو حدیقہ کو لگا وہ اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"کوئی کام تھا؟" سنبھل کر وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"تمہارے پاس آنے کے لیے 'تم سے بات کرنے کے لیے کوئی کام ہونا ضروری ہے کیا۔"

"نہیں۔۔۔" اس نے ایک نگاہ اس پہ ڈالی۔

دھانی لباس میں بجھی بجھی سی لگ رہی تھی وہ۔ اسے احساس ندامت نے گھیر لیا۔ وہ کیا کر رہا تھا اس کے ساتھ۔ اس نے تو اس کا ہو کر رہنے کا وعدہ کیا تھا۔ عہد وفا نبھانا تھا۔ حدیقہ نے لب بھینچے۔ وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا 'مگر دھیان اس پر نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے پلٹ گئی۔

اپنی ایک عادت جو دائم کو پہلے پسند تھی 'اب سخت ناپسندیدہ محسوس ہو رہی تھی۔

اسے خود پہ خول چڑھانا کیوں نہیں آتا۔ کیا ہے جو اس کا دل رکھنے کے لیے وہ وہی دائم بن جائے جو نیویارک جانے سے پہلے تھا۔ جس کے دل میں کوئی اور نہیں بسا تھا۔ جس کے خیالوں میں کسی اور کی پرچھائیں نہ تھی 'مگر وہ دل رکھنے کے لیے بھی ویسا کیسے بن سکتا تھا۔ جب کہ وہ پہلے والا دائم منیب رہا ہی نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

سلمان رشدی بھارت آیا ہوا تھا۔

ٹی وی پر کوئی ٹاک شو چل رہا تھا۔ جس میں سلمان رشدی کے ساتھ ساتھ تسلیمہ نسرین اور ذواتا کروبی کو بھی موضوع بحث بنایا ہوا تھا۔

"توبہ۔۔۔ توبہ۔۔۔ مسلمان ہو کر کیسا کفر کیا اس نے۔" امی نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"ایسا کفر تو تقریباً" ہر عورت کرتی ہے امی۔۔۔ آپ بھی 'آپ کی یہ بہو بھی۔" دائم نے حدیقہ کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم۔۔۔ اللہ نہ کرے جو ہم کفر کریں۔" امی نے بے اختیار اپنے کانوں کو چھوا۔

"کیوں 'کیا غلط کہہ رہا ہوں میں 'جب کسی مرد کی دوسری شادی کا سنتے ہیں فوراً" کہہ دیتے ہیں۔ اس نے بڑا ظلم کیا۔ اس وقت ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے

مرد کو یہ اجازت دی اور جس کام کی اجازت اللہ نے دی اس کو کرنے والا ظالم کیسا۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ظلم کی اجازت دی' اللہ ظالم ہے' اب یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔"

"ہماری زبان جل جائے جو ہم یہ کہیں کہ اللہ ظالم ہے۔ میں مانتی ہوں مرد کو دوسری شادی کی اجازت ہے' مگر کوئی وجہ بھی تو ہو' جیسے اولاد نہ ہو' بیوی۔۔۔"

"اسلام میں بغیر کسی وجہ کے بھی دوسری' تیسری اور پھر چوتھی شادی کی اجازت ہے امی!"

عائز جو ابھی اندر آیا تھا' اس کا منہ اس کے آخری جملے سن کر کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"اور امی! یہ کوئی ایسی انہونی بھی نہیں' پچھلی صدی تک دیکھیں۔ آپ اپنے دادا ہی کو دیکھ لیں' جنہوں نے تین شادیاں کیں۔ ایک بیوی تو چلو کم عمری میں وفات پا گئی' باقی دونوں نے کیسی پرسکون زندگی گزاری۔ ان کی اولادوں میں فرق کوئی باہر کا بندہ کرپاتا تھا بھلا؟ آپ کے سوتیلے چچا' سوتیلی پھوپھو کبھی آپ کو سگے تایا اور سگی پھوپھو سے الگ لگے؟ ان کی آپس کی محبت مثالی تھی۔ جس کا ذکر آپ خود کرتی ہیں۔ اب اگر مرد دوسری شادی کرلیتا ہے تو آخر ایسی کیا قیامت آجاتی ہے کہ ہر کوئی افسوس کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ وہ آپ کے کزن بجن کی عیاشیوں کی خبر ہر ایک کو ہے' وہ ظلم نہیں کرتے اور عالم انکل نے جائز طریقے سے عقد ثانی کرلیا' ایک جوان بیوہ کی زندگی کو سنوار دیا تو وہ ظالم ہوگئے۔"

امی نے لاجواب ہو کر حدیقہ کی طرف دیکھا تھا' مگر حدیقہ تو دھواں دھواں چہرہ لیے اس دائم منیب کو پہچاننے کی کوشش کررہی تھی جو اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ یہ اس کا دائم تو نہیں تھا۔ عائز جو اپنی عادت کے مطابق دائم کے خیالات پر کچھ بول کر حدیقہ کو چڑانا چاہ رہا تھا' اس کی صورت دیکھ کر کچھ بول نہیں پایا۔

☼ ☼ ☼

وہ مائرہ کی شادی کی ویڈیو میں ایڈیٹنگ کررہا تھا' جب اس کے کمرے میں کوئی داخل ہوا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ حدیقہ تھی' وہ اس سے نظر چرا گیا۔ وہ اس کے سامنے آکر رک گئی۔ چند لمحوں کی اذیت بھری خاموشی کے بعد اس کی آواز ابھری تھی۔

"کون ہے وہ؟"

"کون؟" وہ جان کر انجان بنا۔ نظریں اسکرین پر تھیں۔

"وہی۔۔۔ جس نے دائم منیب کا نقطۂ نظر تبدیل کردیا۔ اب اسے مرد کی دوسری شادی اس کا حق لگنے لگی ہے۔"

"میں تو یوں ہی ایک بات کررہا تھا حدیقہ!"

"یوں ہی ایک بات کرنے کے لیے نظریں نہیں چرانی پڑتیں۔"

وہ نگاہ اٹھا نہیں پایا' اور وہ نگاہ جھکا نہیں پائی۔ وہ اسے دیکھتی رہی' دیکھتی رہی۔ اس کی خاموشی کسی زوردار دھماکے سے زیادہ تباہ کن تھی۔

"اللہ کرے مرجائے وہ جس نے۔۔۔"

"اسے بدعا نہیں دو حدیقہ!" وہ تڑپ کر اٹھا اور اس کی طرف بڑھا۔ "جو کہنا ہے مجھے کہو' جو بددعا دینی ہے مجھے دو' اسے کچھ مت کہو۔"

وہ یک دم سکتہ میں آگئی۔ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر مڑ کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

وہ اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

آنے والے فون نے اس کے حواس معطل کردیے تھے۔ وہ جس طرح سے اسپتال پہنچا تھا' یہ اللہ جانتا تھا یا اس کا رب' جس سے پورے راستے وہ ایک ہی دعا مانگتا آیا تھا۔ حدیقہ کی زندگی کی دعا۔ وہ وہاں پہنچ کر مجرموں کی طرح سر جھکا کر کھڑا ہوگیا۔ پھوپھو کے آنسو پونچھنے کی ہمت نہ ہوئی' عالم مرتضیٰ کو تسلی دینے کے لیے لفظ نہ ملے۔

"دائم! میری بیٹی سے کہو' وہ ایک بار اٹھ جائے۔ اس نے رومانہ کی وجہ سے یہ قدم اٹھایا ہے نا۔ میں

اسے چھوڑ دوں گا' بس اسے کہو' وہ اٹھ جائے۔"
پھپھو نے جھٹکے سے سر اٹھایا وہ اپنی جگہ چپ کا چپ رہ گیا۔ مہرتاب روتی ہوئی آئیں۔ وہ منیب حسن کو مجرم گردان رہی تھیں' جو کئی دنوں سے عالم مرتضیٰ سے تقاضا کر رہے تھے کہ وہ حدیقہ کا جائیداد میں سے حصہ باقاعدہ اس کے اور دائم کے نام لگا دیں۔
دائم خاموشی سے سب سنتا گیا۔ وہ کیا کہتا' کیا بتاتا۔ مجرم رومانہ نہیں' وہ ہے۔
پوری رات اس نے حدیقہ کی زندگی کی دعائیں مانگی تھیں۔
اسے شب بھر میں پتا چل گیا تھا کہ وہ اس کے لیے کیا معنی رکھتی ہے۔
یہ تصور ہی اسے لرزا دیتا کہ اگر وہ نہ بچی....
پھر نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ اس خیال سے چھٹکارا پانے کے لیے سر جھٹکتا۔ جب ڈاکٹر نے اس کی زندگی خطرے سے باہر ہونے کی نوید دی تو وہ بے اختیار سجدہ شکر بجا لایا۔

☼ ☼ ☼

اس کی آنکھ کھلی تو وہ دشمن جاں سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پھر سے سوتی بن گئی۔ لیکن جب تک وہ اس کا جاگنا محسوس کر چکا تھا۔ وہ اس کے نزدیک آ گیا۔ کچھ دیر کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کی پلکوں کی جنبش اس کی نظروں سے چھپی ہوئی نہ تھی۔ وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"میں اتنا برا لگنے لگا ہوں کہ دیکھنا بھی گوارا نہیں۔" اس نے آنکھیں نہیں کھولیں' مگر اس کے ہاتھوں میں لرزش اور آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔
"میں نے یہ کہا تھا کہ اسے مرنے کی دعا نہ دو.... یہ کب کہا تھا کہ اپنی جان لے لو۔"
آنسو پلکوں کی حدیار کر کے بہا اور اس کی کنپٹی سے ہوتا ہوا سیاہ بالوں میں کہیں کھو گیا تھا۔
"حدیقہ.... میں اسے بھول جاؤں گا۔" اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کا دوسرا آنسو صاف کیا۔
اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اس نے محبت کا ذائقہ چکھا ہوا تھا۔ اسے پتا تھا بھول جانا ناممکن ہوتا ہے۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو وہ سامنے بیٹھے اس ہرجائی کو گولی مار کر خود مزے سے نئے سرے سے زندگی جینے کے خواب بنتی۔

☼ ☼ ☼

اس نے خاموشی سے سوپ کا پورا پیالا ختم کیا اور جب عفت اس کے پاس سے اٹھنے لگیں تو اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔
"سوری ماما!" اسے کوئی رشتہ یاد نہ رہا تھا۔ صرف اور صرف یہ یاد رہا تھا کہ اس کا دائم اب اس کا نہیں رہا۔ اسے حرام موت کے معنی بھول گئے تھے' اگلے جہاں کا جہنم بھول گیا تھا' صرف اور صرف یہ یاد رہا تھا کہ دائم کے بغیر اس کی زندگی دوزخ ہے۔ عفت نے پیار سے اس کا ماتھا چوما۔ کچھ دیر اس کی طرف دیکھتی رہیں۔ ان کے لب کھل کر بند ہو جاتے۔ وہ کشمکش و پیچ میں مبتلا تھیں کہ حدیقہ سے یہ بات کریں یا نہیں۔
"کیا بات ہے ماما! آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں۔" وہ جو انہیں بغور دیکھ رہی تھی' سمجھ گئی۔
"حدیقہ...." وہ کچھ دیر کے لیے رکیں۔ "حدیقہ! عالم کو اور مجھے بھی لگتا ہے تم نے خودکشی روما نہ کی وجہ سے کرنے کی کوشش کی تھی اور تو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اس سے ہی جھگڑا ہوا تھا نا تمہارا اس رات' جب اس نے تمہیں لالچی سسرالیوں کا طعنہ دیا تھا۔ اب عالم تم سے پوچھیں گے۔ تم انہیں کہہ دینا کہ رومانہ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔"
وہ ماما کی بات سن کر محض لب کاٹ کر رہ گئی۔
"دیکھو بیٹا! وہ ماں بننے والی ہے۔ اس کو اس حال میں نہ رولو۔ تم تو میرے صبر کو ضائع کرو گی۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ' وہ یہ قدم نہ اٹھائے۔"
"کون سا قدم؟"
"وہ رومانہ کو طلاق دے رہے ہیں۔"
"کیا؟" جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"ہاں۔ حدیقہ! تمہاری محبت میں ایسا قدم اٹھا رہے ہیں جس سے کسی کو بھی سکون ملنے والا نہیں۔ جن کے ضمیر زندہ ہوتے ہیں ناں بیٹا! وہ کبھی کسی کو تکلیف دے کر خود خوش نہیں رہ سکتے۔ اور وہ معصوم روح جس نے ابھی دنیا میں آنکھیں بھی نہیں کھولی' اسے باپ کی محبت سے محروم رکھ کر کیا قرار حاصل ہو گا تمہیں؟ اس کے بعد تمہارا باپ مکمل توجہ اور محبت کبھی تمہیں بھی نہیں دے پائے گا۔ اس کے دل کا ایک ٹکڑا اس سے دور ہو جائے گا۔ کیا ایسا آدھا ادھورا باپ تمہیں چاہیے؟ مجھے تو ایسا شوہر نہیں چاہیے۔"
وہ حیرت سے گنگ اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی۔ کیسا ظرف تھا اس عورت کا۔
"ماما! آپ کو جب پتا چلا کہ بابا کی زندگی میں کوئی اور بھی ہے تو کیسے سہا آپ نے یہ دکھ۔"
"تب تو ایسے لگتا تھا' زندگی اندھیر ہو گئی۔ اب نہ میں مراؤں گی نہ ہی جی سکوں گی۔"
"پھر بھی آپ نے بابا کو اجازت دے دی دوسری شادی کی۔"
"میں انہیں تمہارے ذریعے سے شادی نہ کرنے پر مجبور کر سکتی تھی۔ مگر ان کے دل کو کیسے مجبور کرتی کہ وہ رومانہ کو بھول جائیں۔ بیٹا! مرد کا دل دوسری عورت کی طرف پھر جائے تو اسے باندھ کر رکھنے کا کوئی طریقہ نہیں۔ اگر میں انہیں اجازت نہ دیتی تو وہ شاید دوسری شادی نہ کرتے مگر ان کے اور میرے بیچ رومانہ ہمیشہ آتی۔ وہ مجھ سے اکتا جاتے' بے زار رہنے لگتے۔ ان کی محبت تو کھو ہی دیتی مگر وہ عزت بھی کھو دیتی جو آج وہ مجھے دیتے ہیں۔ وہ تو اس سے بڑی ہار ہوتی۔ اس سے بڑھ کر کرب ناک زندگی ہوتی۔ کیونکہ بیٹا! عورت محبت کے بغیر رہ سکتی ہے عزت کے بنا نہیں۔"
وہ مبہوت' عظمت کے اس پیکر کو دیکھ کر رہ گئی۔
"ماما! آپ جیسا حوصلہ کیسے آتا ہے؟" اس نے لہجے میں پوچھا۔ کچھ تو تھا اس کے یاسیت لہجے میں جو عفت ٹھٹک سی گئیں۔ کیا وہ لوگ غلط سمجھ رہے تھے۔ کیا اس کے اقدام خودکشی کے پیچھے رومانہ اور اس کا زوردار جھگڑا نہیں۔ کیا اس کے اور دائم کے بیچ....
انہوں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اپنے خیالات کو ذہن سے جھٹکا۔

☼ ☼ ☼

سلونی شام اداسی کے تمام رنگوں کی ردا اوڑھ کر آئی تھی۔ وہ اس اداسی کا حصہ بنی سیڑھیوں پہ بیٹھی تھی' جب وہ آہستگی سے آ کر اس کے قریب بیٹھا۔ اسے چہرہ موڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ اس کی مہک سے اسے پہچانتی تھی۔
"لات مار کر اپنی زندگی سے نہیں نکالو گی حدیقہ؟" اسے اس ستم گر کی آواز آئی۔
"نہیں.... اپنے بچوں کو گالیاں دینا سکھاؤں گی۔"
وہ کچھ دیر تو حیرت سے بول ہی نہ پایا۔ یعنی اب بھی وہ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش مند تھی۔
"حدیقہ! میں چاہتا ہوں کہ...."
"تم جو بھی چاہو' جیسے بھی چاہو.... میں تمہیں چاہتی ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر مضبوط لہجے میں بولی۔
"حدیقہ! میں تمہیں دکھ نہیں دینا چاہتا۔"
"وہ تو تم دے چکے ہو۔" اس نے پھر اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی تھی۔
"دائم! تم چلے جاؤ۔ جو تمہارا جی چاہتا ہے وہ کرو۔ بس مجھ سے اپنا نام نہ چھیننا۔"
وہ اپنی ماں سے خفا رہتی تھی کہ وہ اس شخص کو چھوڑ کیوں نہیں دیتیں جس نے ان سے بے وفائی کی۔ کبھی کبھی تو اسے لگتا وہ اب عالم مرتضیٰ کی مہیا کی گئی آسائشوں کی بغیر رہ نہیں سکتیں۔ ورنہ اس شخص کو اسی وقت چھوڑ دیتیں جس وقت وہ رومانہ کا ہاتھ پکڑے اس گھر میں داخل ہوئے تھے۔ جس گھر کو اس کی ماں نے بائیس برسوں میں بنایا تھا' سنوارا تھا۔ اب وہ ماں سے خفا نہ رہتی تھی۔ وہ جان چکی تھی' چھوڑنا آسان نہیں ہوتا۔ کہاں وہ دائم کے قریب کسی لڑکی کو

www.Paksociety.com

دیکھ نہ پاتی تھی۔ اس کے منہ سے کسی اور کا ذکر سن کر جل بھن کر رہ جاتی تھی کوئی لڑکی دائم کو ذرا غور سے دیکھ لیتی تو مرنے مارنے پہ اتر آتی تھی۔ کہاں اب دائم کے دل میں کوئی اور آکر آباد ہو گئی۔ وہ قیامت سہ رہی تھی' پھر بھی اسے چھوڑنے کا تصور نہیں کر سکتی تھی۔

"دائم!" وہ جانے لگا تو اس نے پیچھے سے پکارا۔ وہ رک گیا۔

"کیا وہ مجھ سے زیادہ خوب صورت ہے؟"

وہ چپ رہا۔

"تم نے جواب کیوں نہیں دیا دائم ۔۔۔ فکر مت کرو' اب خودکشی نہیں کروں گی۔" وہ سیڑھیوں سے اٹھ کر اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔ "کیا وہ مجھ سے زیادہ خوب صورت ہے؟"

"مجھے لگتی ہے۔" اس نے نگاہیں جھکا کر مجرموں کی طرح جواب دیا' وہ ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔

پہلے اتنی برداشت نہ تھی کہ دائم کسی اور کو دیکھے' کسی اور کو سوچے' کسی اور کی تعریف کرے۔ اب جب حقیقت میں وہ کسی اور کا اسیر ہو گیا تو روح و جسم سے ساری طاقت' ساری جان نکل گئی۔ اب تو اتنی ہمت بھی نہ رہی تھی کہ وہ نقیب سامنے آئے تو اسے گالیاں دے کر تھپڑوں سے اس کا منہ لال کر کے دائم کی زندگی سے باہر نکال پھینکے۔ دھکے دے کر اس کی نظروں کے سامنے سے غائب کر دے۔

✡ ✡ ✡

جب وہ آیا تھا تو سینے پہ ایک بوجھ دھرا تھا۔ اب جا رہا تھا تو اس بوجھ کا وزن کئی گنا زیادہ ہو گیا تھا۔ اتنا کہ اس کو سانس لینے میں تکلیف ہونے لگی تھی۔ اس کی رگیں سکڑنے لگیں تھیں۔ وہ اس بوجھ کو اٹھا کر پھینک دینا چاہتا تھا۔

اس نے کنپٹیاں دبائیں اور گھنٹی بجا کر ایئر ہوسٹس کو بلایا اور چائے کے ساتھ ٹیبلٹ لانے کو کہا۔ آدھے گھنٹے تک سر درد میں آرام آگیا' مگر ضمیر نام کی بھی ایک شے ہوتی ہے' جو بیدار ہو تو دماغ پر دھرا بوجھ کم ہونے نہیں دیتی اور مصیبت یہ کہ نیند کی کوئی گولی ایسی نہیں کہ اس کم بخت ضمیر' ملال اور احساس کو سلایا جا سکے۔ اس کی نظر کے سامنے سے حدیقہ کا مرجھایا ہوا زرد چہرہ جاتا نہ تھا۔

کاش! آسکر ایوارڈ کا لالچ اسے ذوا تا کی نجی زندگی میں جھانکنے کا خیال پیدا نہ کرتا۔ کاش! وہ اس کے رونے پہ نہ تڑپتا۔ کاش! وہ اس کے حسن کا شیدائی نہ ہوتا۔ کاش اس کے دل میں اس کے لیے ہمدردی اور ترس کے جذبات پیدا نہ ہوتے۔ کاش! یہ جذبہ کسی اور جذبے کے قلب میں نہ ڈھلتا۔ بہت سارے کاش اس کی زندگی کے ساتھ جڑ چکے تھے' مگر جب وہ ذوا تا کے ساتھ ہوتا تو یہ کاش مٹتے جاتے' ایک ایک کر کے ختم ہوتے جاتے' پھر وہ اس وقت کا مشکور ہوتا جس لمحے وہ اس کی زندگی میں آئی۔

مگر جب وہ حدیقہ کے بارے میں سوچتا۔ ایک بار پھر سارے کاش ایک ایک کر کے مالا میں پروئے چلے جاتے۔

وہ ہرجائی نہ تھا۔ دل پھینک بھی نہ تھا۔ بس وقت اس کے ساتھ ایک کھیل یہ کھیل گیا کہ ترتیب غلط کر گیا۔ اگر ذوا تا کروبی اس کی زندگی میں پہلے آجاتی تو کبھی حدیقہ کی زندگی خراب نہ کرتا۔ کبھی اسے خواب نہ دکھاتا' مگر یہ جو دل اور بخت ہیں ناں' یہ وقت اور ترتیب کے محتاج نہیں ہوتے۔ یہ کب کہاں پا کھا جائیں' کب کہاں دھوکہ دے جائیں' خبر ہی نہ ہو پاتی۔ ان کو نہ وقت کی فکر ہوتی ہے اور نہ ترتیب کی پروا۔

دائم چلا گیا تھا' ساتھ ہی اس کے لبوں سے مسکراہٹ اور اس کی زندگی سے رعنائی لے گیا۔ اس کو لگتا تھا مرد ذات کو سمجھ گئی ہے۔ بے وفائی کہیں اس کے خمیر میں گوندھ دی گئی ہے۔ اب جب وہ ایک مرد دائم سے نفرت نہیں کر پائی تھی تو دوسرے مرد کو اسی جرم کی سزا کیا دیتی۔ اس لیے باپ کے ساتھ تعلقات میں اس قدر بہتری آئی تھی کہ اب وہ ان کو دیکھ کر منہ نہیں پھیرتی تھی۔ بات چیت اس حد تک شروع ہوئی کہ وہ ان کی بات کا جواب دے دیتی۔

✡ ✡ ✡

نیویارک بوٹنیکل گارڈن میں موسم بہار کا فلاور شو تھا۔ دائم نے ذوا تا کو ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی۔ یہاں آکر دائم کو اندازہ ہوا کہ وہ تو پھولوں کی دیوانی تھی۔ اس کا موڈ ایک دم خوشگوار ہو گیا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا چل جاتا ہے دائم! آج میں اداس ہوں' آج میں خوش ہوں۔ مجھے کیا پسند ہے؟" وہ سرخ و سفید گل لالہ پہ جھکی اس سے پوچھ رہی تھی' وہ ہلکے سے ہنس دیا۔

"میں اپنی کھڑکی میں سے تمہارے کمرے میں جھانکتا ہوں۔" اس نے ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے اسے بہت غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔" وہ ہنسی۔ "میں نے تو تمہیں وہاں کھڑے نہیں دیکھا۔"

"میں تمہاری نظروں میں آئے بغیر یہ کام کرتا ہوں۔"

وہ ہنستی رہی۔ "اچھا۔" وہ اس کی بات کو سراسر مذاق لے رہی تھی۔

"میری کھڑکی تمہارے ساتھ والے کمرے کی ہی نہیں' تیس بتیس فٹ کا فاصلہ ہے بیچ میں۔"

"میں دوربین لگا کر دیکھتا ہوں۔" وہ لاشعوری طور شاید یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جب اس کو خبر ہوگی کہ دائم کس طرح سے اس کی نجی زندگی میں جھانکتا رہا تو اس کا ردعمل کیسا ہوگا۔ اور اس کا انداز دیکھ کر دل ڈرا۔ اس کو یہ ڈر محسوس ہوا کہ جب اس کا یقین آئے گا تو اس کا ردعمل کیا ہوگا۔

ایک جواب اور بھی تھا اور یہ جواب پہلے جواب سے زیادہ سچا تھا کہ اب وہ کھڑکی میں اپنا کیم کورڈر اس طرح نہیں سیٹ کرتا تھا کہ وہ ذوا تا کروبی کے شب و روز دیکھ سکے اور ذوا تا کروبی کو یا کسی دوسرے کو خبر بھی ہو۔ اب تو وہ اس کی بند کھڑکی کی طرف دیکھنے سے بھی احتراز برتتا تھا۔ پھر بھی ذوا تا کروبی کے چہرے پہ ایک نگاہ ڈال کر وہ سمجھ جاتا تھا کہ آج وہ چپ چپ سی ہے' آج وہ پریشان ہے۔ آج وہ روئی ہے۔ آج وہ ٹھیک ہے۔ جانے کیوں وہ یہ جواب دے نہ پایا۔

"دائم! دیکھو۔" اس کے ہاتھ میں ادھ کھلا گلابی گلاب تھا۔

"دائم! میری روشنک اس پھول سے زیادہ پیاری ہے۔" اس کی آنکھوں میں بے تحاشا پیار کے ساتھ ساتھ جدائی کی نمی بھی تھی۔ اس کے چہرے پہ ممتا کا لاثانی حسن تھا۔ اس نے اس گلابی کلی پر اپنے لب رکھ دیے۔ دائم اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس کی اداسی کا' اس کی خوشی کا' اس کی پسند کا تعلق روشنک سے ہی ہوتا تھا۔ اس کی بیٹی اسپتال میں تھی تو وہ یہاں تڑپ رہی تھی۔ اس کی بیٹی کی سالگرہ تھی تو وہ خوشی سے ناچ رہی تھی۔ گلابی رنگ اس کی بیٹی پہ بہت سجتا تھا' اس لیے وہ کیرن کو گلابی رنگ پہنائے رکھتی تھی۔ وہ دنیا میں چلتی تو صرف ایک ماں ہوتی۔ وہ سجدوں میں گری ہوتی۔ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے مصلیٰ پر بیٹھی ہوتی تو صرف اللہ کی بندی ہوتی' صرف اور صرف ایک (مثل بندی) ہوتی۔

"پتا نہیں اس کی زندگی میں میں کہاں ہوں؟"

دائم نے اس لمحے کو کیمرے میں محفوظ کرتے ہوئے سوچا۔

✡ ✡ ✡

جو جہاں تھا' جس زاویے پہ تھا' وہیں وہیں کا وہیں جم گیا۔ سب سے پہلے ہوش میں رومانہ آئی۔

"مبارک ہو آپ کو۔" وہ اس کی طرف پھولوں کا گلدستہ بڑھائے کہہ رہی تھی۔

رومانہ پھر سے سکتے میں۔ حدیقہ نے خودکشی کرنے کی جو کوشش کی تھی اور عالم نے انتہائی قدم اٹھانے کی اسے دھمکی دے ڈالی تھی۔ وہ تو جیسے مرنے جیسی ہو گئی۔ عالم اسے چھوڑ دیتے تو اس کی زندگی میں کیا

www.Paksociety.com

بچتا۔ پھر سے جا کر بھائیوں بھابھیوں کے در پہ بیٹھ جاتی۔ عالم نے جو کہا تھا وہ کر بھی ڈالتے اگر حدیقہ انہیں منع نہ کرتی۔ کچھ بھی تھا اس منہ پھٹ بدتمیز لڑکی کا یہ احسان تو اسے ماننا ہی تھا۔ اس لیے اس کے بعد سے یہ ہوا تھا کہ رومانہ کوشش کرتی کہ اب اس کے منہ نہ لگے تاکہ کوئی بدمزگی نہ پیدا ہو۔ حیرت انگیز طور پر اب حدیقہ بھی اس کا سامنا ہونے پر اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتی یا اس جگہ سے اٹھ جاتی۔ لیکن آج اس طرح اولی تو وہ اس کے اسپتال آنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اب آگئی تھی تو یہ لہجہ یہ انداز ناقابل یقین تھا۔ خود کو ہوش میں لاتے ہوئے اس نے پھول تھام لیے اور اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ وہ عالم مرتضیٰ کی طرف مڑ گئی۔

"آپ کو بھی بہت مبارک ہو۔" وہ کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ آج جو خوشی ملی تھی وہ مکمل اب ہوئی تھی۔ ان کو بھی کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہ گلابی کمبل میں لپٹے ننھے سے وجود کی طرف آئی جو نفعت کے ہاتھوں میں تھا۔

"مجھے مبارک باد نہیں دو گی؟" ماما نے کہا۔ اس نے نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا اور نم آنکھوں کے ساتھ مبارک باد دے کر بچی کے ننھے ننھے ہاتھ تھامے۔

"حدیقہ! اس کی آنکھیں بالکل تمہارے جیسی ہیں۔" رومانہ کہہ رہی تھی۔ اب اسے بھی اپنا ظرف بڑا کرنا تھا۔

"اصل میں حدیقہ کی آنکھیں اپنے بابا جیسی جو ہیں۔" ماما کے کہنے پہ اس کی نظریں بے اختیار باپ کی طرف اٹھیں۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ بچی کے ہاتھ چھوڑ کر جلدی سے باہر آگئی۔

☼ ☼ ☼

وہ اکیڈمی جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا جب اسے باہر پولیس کی گاڑیوں کی آواز سنائی دی اور پھر غیر معمولی شور کی۔ وہ کھڑکی کے سامنے آیا اور اس کا پردہ ہٹا کر باہر دیکھنے لگا۔ وہاں پولیس کی گاڑیوں کے علاوہ ایک ایمبولینس بھی کھڑی تھی۔

وہ نیچے آیا تو اسے پتا چلا کہ رات یہاں کسی لڑکی کا قتل ہو گیا ہے۔ کچھ لوگوں نے بتایا کہ اس لڑکی کے ساتھ زیادتی بھی کی گئی تھی۔ صبح صبح ایسی افسوس ناک خبر اسے بھی بے حد افسردہ کر گئی۔ اس نے اس لڑکی کیٹ کو آتے جاتے دیکھا ہوا تھا۔

دو دن بعد اسے اس قتل کا اصل سبب معلوم ہوا۔ دراصل کیٹ ایک قتل کی چشم دید گواہ تھی۔ اس کی گواہی کے بعد مجرم کیفر کردار تک پہنچا مگر اس کا گینگ کیٹ کو زبان کھولنے اور سچ بولنے کی ایسی سزا دینا چاہتا تھا کہ آئندہ کوئی ایسی جرات نہ کر پائے۔ تین بندوں نے رات اس کے اپارٹمنٹ میں آکر اس کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی اور پھر اس کا گلا گھونٹ کر اسے جان سے مار ڈالا۔

وہ کیٹ کے لیے بہت دکھی ہوا اور اس کی ماں سے افسوس بھی کیا۔ جو اس رات اپنی بیٹی پر بیتی یہ قیامت اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔ اس کے لبوں پر تالا لگ چکا تھا۔ وہ ان چہروں کو پہچان سکتی تھی مگر اس نے پولیس کے سامنے یا کسی دوسرے بندے کے سامنے منہ نہ کھولا۔ وہ اپنی بیٹی کا حشر دیکھ چکی تھی۔

ذواتا بھی اس وقت کیٹ کی ماں کے پاس کھڑی تھی۔ وہ اسے تسلی دینے آئی تھی مگر دے نہ پائی اور خاموشی سے واپس چلی گئی۔ چونکہ یہ حادثہ ابھی نیا تھا اور اس علاقے کے لوگ ابھی تک اسی پر بات کر رہے تھے مگر اس نے ذواتا کرولی کو اس موضوع پر ایک دفعہ بھی بولتے نہ دیکھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ کسی بڑے صدمے میں ہے۔ حالانکہ اس کی کیٹ سے کوئی ایسی دوستی بھی نہ تھی۔ کیٹ کی آخری رسومات کے دن وہ اسے اپنی مخصوص جگہ پر دکھائی دی۔ اس وقت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اور وہ بغیر کسی چھتری کے کھلے آسمان تلے بیٹھی تھی اور ہڈیوں کے اندر گھس جانے والی شدت کی سردی تھی آج اور اس تشویش سے بڑھ کر پریشانی اسے یہ ہوئی کہ وہ رو رہی تھی۔

دور سے دیکھ کر بھی صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ رو رہی ہے۔ وہ جلدی سے اس کی طرف آیا اور اسے پکارا۔ اس نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھے اور اس کی طرف ایک نظر دیکھ کر اپنے ناخنوں پہ ساری توجہ مبذول کر ڈالی۔

"یہاں کیوں بیٹھی ہو اتنی بارش اور سردی میں۔" اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا چہرہ پھر سے بھیگنے لگا۔

"کیا تم نے کیٹ کی موت کا اتنا اثر لیا ہے؟" وہ دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا کر زور سے رو پڑی۔

"اگر وہ عدالت میں مائیکل کے خلاف گواہی نہ دیتی تو۔"

اسی لیے ..... اسی لیے اللہ نے عورت کی گواہی آدھی رکھی۔ اسی لیے اس کا بوجھ کم کیا کیونکہ اللہ کو اپنی اس تخلیق سے پیار ہے۔ وہ جانتا ہے عورت کن امتحانوں سے گزر سکتی ہے۔ وہ جانتا ہے یہ وحشی درندے اس کے ساتھ سچ بولنے پر کیا سلوک کر سکتے ہیں۔ وہ جانتا ہے عورت کمزور ہے ناتواں ہے نادان ہے۔ اس نے اس کے کندھوں پہ کم بوجھ رکھا اس کی ذمہ داری کم کی اس کو سنبھالا اس کو اپنی حفاظت میں رکھا۔۔۔ اور ہم چیختے رہتے ہیں کہ عورت کی گواہی اور شہادت کو آدھا تسلیم کر کے اس کے پیچھے کر دیا۔" اس نے اپنا چہرہ صاف کیا۔

"اللہ نے عورت کی گواہی کی حیثیت ختم نہیں کی کہ اس کی شہادت کو بالکل تسلیم کرنے سے انکار نہ کیا جا سکے مگر اس گواہی کو آدھا کر کے ان پیچیدہ اور نازک وہ معاملات سے دور کر دیا ہے۔" دائم نے حیرت میں سر ہلاتے ہوئے اس کی صورت دیکھی جس کو موسم کی پروا تھی نہ ہی شدید سردی کا احساس۔

"دائم! یہ تو میری عقل اور سمجھ میں آنے والی بات ہے ایک عام انسان کی سوچ جہاں تک جا سکتی ہے۔ حقیقت میں تو ہم اللہ کی مصلحتوں کو اس کے اسرار کو کبھی جان نہیں پاتے۔"

"ٹھیک کہتی ہو ذواتا! ہم اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں ناں اور محبت کا تقاضا تو یہ ہے ناں کہ محبوب کی ہر بات کو مان لیا جائے بنا کسی تردد کسی حجت کے۔"

"مگر کچھ مجھ جیسے بدبخت نافرمان اور سرکش بھی ہوتے ہیں دائم ..... جو اللہ سے لڑائی شروع کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ تمام معاملات حیات و کائنات کا ہر ضابطہ ہر مصلحت ہر اصول اللہ نے اپنے طیب کلام میں بیان کر دیا اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہر نمونہ مل گیا۔

اللہ نے کہہ دیا کہ اس نے مرد اور عورت کو نفس واحدہ سے پیدا کیا۔ اگر اسے عورت کو کمتر بنانا ہوتا تو کیا اس کے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک اپنی بیٹیوں اور ازواج مطہرات کے ساتھ ایسا اعلا اور پیارا ہوتا؟ کیا دور جہالت کا بیٹی کو زندہ دفنانے والا قصہ سن کر ان کی آنکھیں بھر آتیں؟ کیا اپنے سے پندرہ سال بڑی رفیقہ حیات کو یاد کر کر کے آبدیدہ ہوتے؟ کیا عورت کے لیے رحمت بن کر آتے؟ کیا اس کو نازک آبگینہ کہتے۔؟" اس کی آنکھیں پھر سے بھرنے لگیں۔

"المیہ اصل میں یہ ہے ذواتا! کہ ہم اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ مثلاً "عورت کی گواہی کن معاملات میں آدھی ہے" یہ کنڈیشنز بتا دی گئیں۔ عورت پہ کن حالات میں ہاتھ اٹھا سکتے ہیں یہ صورت حال بتا دی ہیں۔ طلاق کیسے ہوتی ہے یہ طریقہ کار بتا دیا گیا ہے حلالہ اصل میں ہے کیا یہ واضح کر دیا گیا ہے۔ ان سب حالات و معاملات کی غلط پریکٹس نے مرد کو اپنی فیور میں لے لیا اور وہ عورت کا اصل مقام اور تقدس بھول گیا۔ اس عورت کا جو ماں ہے تو جنت اس کے قدموں تلے ہے جو نیک بیوی ہے تو بہترین متاع ہے جو بیٹی ہے تو رحمت ہے۔"

www.Paksociety.com

وہ یک ٹک اس کی صورت دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔

یہ شخص بھی تو ایک مرد ہے' جو اپنی ماں کا ذکر کرتا ہے تو اس کے چہرے پہ اتنی چمک اور رونق آجاتی ہے جیسے کسی جنت کی سیر کر رہا ہو۔ جو کہتا ہے کہ اس کی خواہش ہے اللہ اس کو بیٹی جیسی رحمت ضرور عطا کرے۔ جو اپنی بہن سے بات نہ کرلے تو اس کا دن اچھا نہیں گزرتا۔

جو اپنی منکوحہ سے محبت کرتا ہے' اس کی عزت کرتا ہے' اس پہ اعتبار کرتا ہے اور جس عورت کو شوہر کی طرف سے سب مل جائے' اس سے زیادہ بختوں والی اور کون ہوگی۔ اسے حدیقہ عالم پر بے تحاشا رشک آیا اور ساتھ ہی خود پر ترس۔

"اگر میری زندگی میں امیر کروبی یا ماہ یار محسنی جیسے مردوں کے بجائے کوئی دائم منیب آیا ہوتا تو میں اتنی پستی میں نہ گرتی۔"

☼ ☼ ☼

وہ اسے دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیا۔ وہ سفید شلوار قمیص میں ملبوس دمک رہی تھی۔ اس لباس میں اسے دیکھنے کی کتنی آرزو تھی اس کی۔

"میں نے سوچا' اپنے جنم دن پر تمہارا دیا ہوا تحفہ ہی پہنوں۔" اس نے دودھیا سفید آنچل اس کے سامنے لہرایا۔

"شبانہ دنبال بسیار زیبا (تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو)۔" اس نے پھولوں کا گلدستہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ شہد رنگی آنکھوں میں ڈھیروں حیرت لیے اسے دیکھتی چلی گئی۔

"تعجب کردید؟ (تمہیں حیرت ہوئی؟)" دائم نے اس کی حیران صورت دیکھ کر محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔

وہ ہنس دی۔ دائم منیب اس پر سے نگاہ نہیں ہٹا پایا۔

"تم نے فارسی کب سیکھی؟"

"تم سے ملنے کے بعد۔" اس کا لہجہ گھمبیر تھا۔

"تم سے مل کر اندازہ ہوا کہ ایرانی خواتین کتنی خوبصورت ہوتی ہیں' تو ان کو متوجہ کرنے کے لیے سیکھنی پڑی۔ اور اسی لیے سب سے پہلے تعریفی جملے ہی سیکھے۔" اس نے دانستہ اپنا لہجہ بدل لیا۔ وہ ہنس پڑی۔ اب مسکراہٹ اور ہنسی اس پر غیر نہیں لگتی تھی۔ اب دائم منیب ہر پل اسے اسی رنگ و روپ میں دیکھنا چاہتا تھا۔

دونوں نے ساتھ کھانا کھایا' تھیٹر میں ڈرامہ دیکھا اور پیدل ساتھ ساتھ چلتے ڈھیروں باتیں کیں۔ دونوں کو اپنی اپنی جگہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ لمحے ان کی زندگی کے حسین ترین لمحے ہیں' یہ دن ان کی زندگی کا بہترین دن ہے۔

"مجھے ایسا لگنے لگا تھا' اب میری زندگی میں اب کوئی رشتہ باقی نہیں رہا۔۔۔ لیکن تم سے مل کر اب ایسا نہیں لگتا دائم!" وہ واپسی پہ اس کے اپارٹمنٹ کے دروازے کے سامنے الوداع کہنے والا تھا' جب وہ کہہ اٹھی۔

وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ جو ان پھولوں کی تازگی کو ان کی خوبصورتی کو چھو کر محسوس کر رہی تھی۔

وہ کچھ دیر اسے تکتا رہا پھر عین اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"اب کیا لگتا ہے تمہیں؟" وہ گمبھیر لہجے میں اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا پوچھ رہا تھا۔

"اب لگتا ہے۔۔۔ ایک بہت اچھا دوست میرے پاس ہے۔ میں تنہا داماں نہیں۔" وہ سادگی سے کہتی ہوئی مسکرائی اور دروازے کا لاک کھولنے لگی۔

"صرف دوست؟"

"ہاں تو صرف دوست۔ اور کیا" وہ ہلکا سا ہنسی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے لگی۔

"صرف دوست؟" دائم نے پیچھے سے اس کا بازو تھام لیا۔ وہ ٹھٹک گئی۔

"ہاں' صرف دوست۔" اس نے اپنے لفظوں کو زور دینے کی کوشش کی۔

"مگر مجھے نہیں لگتا کہ ہم صرف دوست ہیں۔" اس کے بدلے ہوئے لہجے اور بدلی ہوئی نگاہوں سے وہ سرتاپا لرز گئی۔

"تم پاگل ہو رہے ہو۔" اس نے بات کو پھر ہلکا پھلکا رنگ دینے کی کوشش کی۔

"ہاں... پاگل ہو رہا ہوں۔ مجھے حدیقہ کا برتھ ڈے یاد نہیں رہا' تمہارا یاد رہا۔ مجھے حدیقہ کی آنکھوں کا اصل رنگ پتا ہی نہیں' تمہاری شہد رنگ آنکھیں مجھے بھولتی نہیں۔ مجھے حدیقہ کا پسندیدہ رنگ معلوم نہیں' تمہاری پسند کا سفید رنگ کا لباس لے لیا۔ یہ پھول پوری مارکیٹ میں ڈھونڈ کر تمہارے لیے چنے۔" اس نے اس کے ہاتھوں میں موجود گلابی گلابوں کے گل دستے کی طرف اشارہ کیا۔

وہ ششدر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔

"ذواتا! تم میرے لیے محض دوست نہیں رہیں۔"

"دائم! تم پاگل ہو گئے ہو کیا... حدیقہ جان گئی تو..."

"حدیقہ جانتی ہے۔" وہ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے بول پڑا۔ اسے لگا وہ اپنی ٹانگوں پر کھڑی نہ رہ پائے گی۔

"دائم... تم اپنے ہوش و حواس میں نہیں۔"

"میں اپنے ہوش و حواس میں ہوں اور تم سے اقرار کر رہا ہوں ذواتا! کہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" زمین اس کے پیروں تلے سے کھسک رہی تھی۔

"تم غلط کر رہے ہو حدیقہ کے ساتھ اور میرے ساتھ بھی۔"

"کیا غلط کر رہا ہوں۔ اگر میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو اس میں کیا غلط ہے؟"

"دوسری شادی... دوسری شادی مذاق نہیں ہوتی۔ کسوٹی ہوتی ہے مرد کے لیے۔ پل صراط ہے یہ... ایک سے زیادہ شادیاں مرد کے لیے ڈھیل نہیں' پکڑ ہیں۔ اس میں مرد کی آزادی نہیں' مرد کی آزمائش ہے۔ بہت بڑی آزمائش۔ مرد کو یہ یاد رہتا ہے کہ وہ چار چار شادیاں کر سکتا ہے' مگر اسے یہ بھول جاتا ہے کہ اسے بیویوں کے بیچ انصاف بھی رکھنا ہے اور یہی وہ کسوٹی ہے جس پر پورا اترنا نہایت مشکل کام ہے۔ اگر مرد یہ جان جائے ناں کہ یہ کتنا مشکل امر ہے تو وہ دوسری شادی کرتے ہوئے ہزار بار سوچے۔ تم بھی سوچو... کیا تم انصاف رکھ پاؤ گے اپنی دونوں بیویوں میں۔"

اب وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔ اور وہ نظریں جھکا گیا تھا۔ ننانوے فیصد مردوں کی طرح اس نے اس باریک نقطے کی طرف دھیان ہی نہ دیا تھا' جو سب سے اہم تھا اور وہ بہت مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"جاؤ' جا کر قرآن پاک کی تلاوت کرو۔ اس کا ترجمہ و تفسیر پڑھو' سمجھو۔ پھر شادی کا سوال لے کر میرے پاس آنا۔"

☼ ☼ ☼

جب سے اسے پتا چلا تھا کہ جو عورت اس کے برابر آ کر کھڑی ہو گئی ہے وہ کوئی اور نہیں ذواتا کروبی ہی ہے' اس کے اندر رہا سہا بھڑ جلنے لگے تھے۔

وہ دو ٹکے کی گھٹیا عورت... جس کے جانے کتنے شوہر' کتنے بوائے فرینڈز رہ چکے ہیں بدکردار... بدچلن... کافرہ۔ جو کہتی ہے مرد کا دل دوسری عورت کی طرف پھر سکتا ہے تو عورت کا دل بھی ایک مرد سے بھر سکتا ہے۔ ایسی غلیظ عورت کو دائم نے اس کے برابر لا کھڑا کیا۔ اس کے اندر آگ لگی ہوئی تھی۔ اس کا بس نہ چلتا تھا کہ سب جلا کر بھسم کر ڈالے۔ ایسی عورتیں کب گھر بساتی ہیں' کب کسی ایک کی ہو کر رہتی ہیں۔ آجائے گا مزا دائم منیب کو بھی اس سے بے وفائی کرنے کا۔ اپنی پاک دامن بیوی کو چھوڑ کر ایک حرافہ کے پیچھے بھاگنے کا۔

"آؤ گے... لوٹ کر میری ہی طرف آؤ گے دا' منیب۔" اس نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔

اور جب دائم کا فون آیا' تب تک وہ اپنے آپ

قابو پا چکی تھی۔ اس لیے بڑے آرام سے اس نے دو چار باتوں کے بعد اس سے پوچھا تھا۔

"پھر تم نے ذواتا کو پرپوز کیا؟"

دوسری طرف خاموشی رہی تھی۔

"تم نے جواب نہیں دیا۔"

"نہیں۔" اس نے جھوٹ بول کر گہرا سانس لیا۔ ذواتا اس کے سامنے ہوتی تو وہ حدیقہ سے جڑا رشتہ بھولنے لگتا۔ مگر اس سے بات کرتے ہوئے وہ اس کا ذکر نہ کرتا۔ وہ دانستہ اسے تکلیف سے بچاتا۔

"کیوں... تم تو مرد کی ایک سے زیادہ شادیوں کو صحیح سمجھنے لگے تھے پھر اس کو پرپوز کیوں نہیں کیا ابھی تک؟"

"مجھے لگتا ہے' میں دونوں کے بیچ انصاف نہیں رکھ پاؤں گا۔"

حدیقہ کو لگا ایک بار پھر زمین اس کے قدموں تلے سے کھسک گئی ہے۔ ایک بار پھر طمانچہ اس کے منہ پر لگا ہے اور طمانچہ مارنے والا کون... اس کا محبوب شوہر۔

تو دائم منیب اب میں تمہاری پچاس فیصد محبت کی حقدار بھی نہیں رہی۔ اب میں اتنا پیچھے چلی گئی ہوں کہ تم ڈرتے ہو کہ انصاف نہیں کر پاؤ گے۔

اتنی ذلت اسے گوارا نہ تھی۔ اس نے پل بھر میں فیصلہ کر لیا۔

"تمہیں ڈر ہے ناں کہ تم میرے اور ذواتا کے بیچ انصاف نہیں رکھ پاؤ گے تو پھر خوش ہو جاؤ کہ تمہیں اس آزمائش سے گزرنا نہیں پڑے گا۔" وہ ٹھنڈے لہجے میں بولی۔ وہ الجھ کر رہ گیا۔

"کیا مطلب؟"

"مجھے طلاق دے دو۔"

اب کی بار دائم کو لگا تھا کہ اس کے قدموں کے نیچے سے کسی نے کھینچ لی ہو۔

"کہتے ہیں شادی اس سے کرو' جو تمہیں چاہتا ہو۔ تمہارے حصے میں یہ خوش بختی آئی' پر تم نے قدر نہ کی۔" وہ خاموشی سے سن رہا تھا۔ یہ اور بات کہ اسے سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ کہہ کیا رہی ہے۔

☼ ☼ ☼

رات ڈھل رہی تھی مگر اسے نیند نہ آ رہی تھی۔ بے چینی سے ادھر ادھر چکر لگا رہی تھی۔ کسی پل قرار نہ تھا۔

"کہیں وہ مجھے سچ میں طلاق نہ دے دے۔" یہ ڈر اسے بھلا سونے دیتا؟ کہنے کو وہ پتا نہیں کیا کیا کہہ چکی تھی۔ مگر اب اسے لگ رہا تھا کہ دائم نے اسے چھوڑا تو وہ مر جائے گی۔

"کیوں میں اس شخص کے پیچھے خوار ہوں جس کے دل میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں رہی۔ جو مجھ پر ایک گھٹیا عورت کو اہمیت دیتا ہے... میں اسے دکھاؤں گی کہ میں اس کے بغیر مر نہیں جاؤں گی۔" وہ کشمکش میں گھری کمرے سے باہر آ گئی۔

"مگر اس نے مجھے چھوڑ دیا تو... تو باقی کیا رہ جائے گا میری زندگی میں۔" پھولوں بھرا باغیچہ آدھی رات کو اس کے قدم گن رہا تھا۔

"بے شک چھوڑ دے وہ مجھے... میں اس کو دکھا دوں گی کہ اس کے بغیر بھی میری زندگی میں رنگ ہیں' چاہت ہے' محبت ہے۔" موتیا کے پودے کے پاس کھڑی ہو کر اس نے اپنے اندر چھڑی جنگ کا فیصلہ سنا دیا۔

لیکن سر تھا کہ مسلسل نفی میں ہل رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

دائم منیب اپنے آپ کو جانتا تھا۔ اسے خبر تھی کہ توازن نہ رکھ پائے گا۔

حدیقہ اس کے سامنے ہوتی تو اسے ذواتا یاد رہتی' مگر جب ذواتا اس کے ساتھ ہوتی تو حدیقہ کو بھول جاتا۔ اس کا وجود یکسر فراموش ہو جاتا۔ اگر معاملہ یوں ہی رہتا تو وہ عمر بھر دونوں کے ساتھ برابری کا سلوک نہ کر پاتا۔ ذواتا نے صحیح کہا تھا۔

دوسری شادی مذاق نہیں ہوتی۔ کسوٹی ہوتی ہے مرد کے لیے۔ پل صراط ہے یہ... ایک سے زیادہ شادیاں

مرد کے لیے ڈھیل نہیں 'پکڑ ہیں۔ اس میں مرد کی آزادی نہیں 'مرد کی آزمائش ہے۔ بہت بڑی آزمائش۔

اسے آگہی تھی کہ وہ اس آزمائش پہ پورا نہ اتر سکتا تھا۔ جبکہ اللہ نے اپنے کلام کے ذریعے کھول کر بیان کر دیا کہ یہ ایک مشکل امر ہے۔ وہ حدیقہ کا ہاتھ بیچ راہ میں چھوڑ کر ذواتا کا ہاتھ تھام کر بے حسی سے آگے بھی بڑھ نہ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے کئی راتوں کے رت جگے کے بعد فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ اور بات کہ اس فیصلے کے بعد اسے مسکرانا مشکل لگ رہا تھا۔ سانس لینا بھی مشکل لگ رہا تھا۔ اور اب جبکہ حدیقہ اس سے طلاق مانگ رہی تھی۔ اسے تو مطمئن ہو جانا چاہیے تھا۔ وہ اپنی خواہش پہ طلاق مانگ رہی تھی۔ اس کے ضمیر پر کوئی بوجھ نہ رہتا اور وہ آرام سے اپنی چاہت کی طرف قدم بڑھا سکتا تھا۔ مگر یہ بے سکونی۔۔۔ بے قراری کیسی۔۔۔ وہ اپنا سر ہاتھوں میں تھام کر رہ گیا۔ اسے یہ ادراک [illegible] پل بھر میں یہ بھید کھلا تھا۔

وہ حدیقہ کو [illegible] نہیں چاہتا تھا۔ وہ ذواتا کے بغیر رہ [illegible]۔

مرد [illegible] وقت [illegible] گا۔ اسی لیے تو اللہ نے اسے اجازت دی کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے۔ اللہ کے ہر حکم میں 'ہر فیصلے میں' ہر رعایت میں کیا مصلحت مضمر ہے۔ یہ ہر ایک پر اپنے وقت پر آشکارا ہوتی ہے۔ ہر ایک خود یہ بیتنے کے بعد سمجھتا ہے۔

"دائم! تم واقعی مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے؟"

کئی گھنٹوں کی اندر کی جنگ کے بعد جب اس کی آنکھ لگی تو اس کو جگا کر وہ یہ سوال کر رہی تھی۔

اس کے جلتے وجود پہ ٹھنڈی پھوار پڑ گئی۔

"نہیں۔"

اس نے مطمئن ہو کر گہری سانس لیتے ہوئے نرمی سے جواب دیا تھا۔ حدیقہ نے فون رکھ دیا۔

☼ ☼ ☼

کرسٹوفر الیگزینڈر کے دیے گئے پروجیکٹ نے اس کو بہت مصروف کر ڈالا تھا۔ وہ بہت جوش و خروش سے یہ فلم تیار کر رہا تھا۔ یہ اور بات کہ اس فلم کی تیاری نے اس کا دن رات کا آرام چھینا ہوا تھا۔ بہت دنوں سے ذواتا سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

آج بھی آتے ہی وہ بیڈ پر گر گیا اور اس کی آنکھ لگ گئی۔

رات کا جانے وہ کون سا پہر تھا جب اسے لگا کہ اس کے اپارٹمنٹ کا دروازہ دھڑ دھڑایا جا رہا ہے۔ کچھ دیر تو وہ گہری نیند سے جاگنے کی وجہ سے کچھ سمجھ نہ پایا۔ ڈور بیل پر کسی نے ہاتھ رکھ دیا تھا۔ اس نے جلدی سے جا کر بنا پوچھے ہی دروازہ کھول دیا۔

سامنے ذواتا تھی۔ ملگجے حلیے میں' سرخ آنکھوں کے ساتھ۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتا' وہ بول پڑی۔

"دائم! میرے ساتھ چلو پلیز۔" آنسو اس کی آنکھوں سے لڑھکنے لگے تھے۔ "وہاں۔۔۔ جہاں تازہ ہوا ہو' جہاں مجھے کھل کر سانس آئے۔ جہاں۔۔۔"

"چلو۔"

دائم نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے لے کر نیچے آ گیا۔ وہ دونوں خاموشی سے ویران فٹ پاتھ پر چلتے رہے۔

اس دن کے بعد سے وہ اس سے کترانے لگی تھی۔ سامنا ہونے پہ اس کا رویہ نارمل ہوتا لیکن جو بے تکلفی ان دونوں کے بیچ پنپ چکی تھی' وہ مفقود ہو گئی تھی۔ آج وہ بہت دنوں بعد خود سے اس کے سامنے آئی تھی اور رو بھی رہی تھی۔ یہ آنسو دائم کے دل پر گر رہے تھے۔ وہ ایک دم اس کی طرف مڑا۔

"پلیز مت روؤ۔۔۔ مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں یہ آنسو۔" وہ اس کے چہرے پہ بکھرے موتیوں کو اپنے پوروں پہ چننے لگا۔ اس لمحے وہ پھر سے حدیقہ نام کی کسی بھی لڑکی کو بھول گیا۔ مر مر کر کیے گئے فیصلے کو بھول گیا۔

"دائم تم چاہتے ہو کہ میں نہ روؤں تو مجھے اس تکلیف سے نجات دے دو' جو ان آنسوؤں کا سبب ہے۔۔۔ مجھے مار ڈالو۔"

"کیا؟" وہ ایک دم پیچھے ہوا۔

"پلیز دائم! مجھے مار ڈالو۔۔۔ تمہیں جنت مل جائے گی اور مجھے سکون۔"

"تمہیں کس نے کہا' اس طرح مجھے جنت ملے گی اور تمہیں سکون۔"

"تم ایک گستاخ کافرہ کو مار کر۔۔۔"

"تم گستاخ نہیں رہیں' تم کافرہ بھی نہیں رہیں۔ تم توبہ کر چکی ہو۔"

"جو گناہ میں کر چکی ہوں۔ تمہیں لگتا ہے اللہ مجھے معاف کر دے گا۔۔۔؟ میں نے اسے ظالم کہا۔" آنسو اس کی آنکھوں سے لڑھک رہے تھے۔

"وہ۔۔۔ وہ رحیم ہے' توبہ قبول کرنے والا ہے۔"

"وہ قہار بھی تو ہے۔"

"توبہ کرنے والے پہ وہ قہر نازل نہیں کرتا۔ اس کے بدلے میں اپنا رحم' اپنا کرم ڈالتا ہے۔"

"پھر مجھے قرار کیوں نہیں آتا۔" وہ بے بسی کی انتہا تھی۔ وہ کسی دہکتے الاؤ میں گری' تڑپ رہی تھی۔ اس کا عضو عضو جل رہا تھا۔ اس کی روح خاکستر ہوئی جا رہی تھی۔

"میں زندگی بھر یونہی پل پل جیوں گی' پل پل مروں گی۔ اور جب مر جاؤں گی تو لاوارثوں کی طرح' کسی سرد خانے میں پڑی رہوں گی۔ کوئی مجھے کندھا دینے نہ آئے گا۔ کوئی میری مغفرت کے لیے ہاتھ اٹھا کر نہ مانگے گا۔ کوئی میری نماز جنازہ ادا نہ کرے گا۔۔۔"

دائم نیب اس سے زیادہ خود کو بے بس پا رہا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اس الاؤ سے باہر نکالے۔ اسی لمحے اس کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا۔

"ذواتا میری بات مانو گی؟؟" دائم نے اس کے آگے بڑھ کر اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔

"تم ایک بار پھر قلم اٹھاؤ۔"

اس نے نفی میں سر ہلاتے اپنے ہاتھ چھڑانے کی سعی کی' جو دائم نے نہیں چھوڑے۔

تم ایک بار پھر

women in islam Distinguished

(اسلام میں عورت کا درجہ) لکھو۔"

وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے اس کی صورت دیکھنے لگی۔

☼ ☼ ☼

موسم نے اچانک اپنا مزاج بدلا۔ آسمان ایسا لال جیسے کسی کا خون منہ کو لگا آیا ہو۔ ایسی آندھی آئی کہ کچھ بجھائی نہ دیا تھا۔ ہر چیز مٹی مٹی ہو گئی۔ ہر شے اڑ کر آنکھوں میں پڑنے کو تیار تھی۔ اسے خبر ہوتی تو وہ اس وقت مامی کے گھر سے نکلتی ہی نہیں۔ اس سے گاڑی چلانا دوبھر ہو گیا۔ اسٹیئرنگ پہ ہاتھ مارتے ہوئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ دادی کہتی تھیں' "ایسی لال آندھی تب آتی ہے جب زمین پہ کسی بے گناہ کا' کسی معصوم کا خون ہوتا ہے تو آسمان ماتم کرتا ہے۔"

وہ سر ہلاتے ہوئے ہلکا سا مسکرائی۔ اب تو ہر روز ہزاروں بے گناہوں کا خون ہوتا ہے۔ آسمان کس کس کا غم منائے۔ بڑی مشکل سے وہ گھر تک پہنچی۔ آنکھوں کو مسلتی ہوئی لاؤنج سے گزر رہی تھی جب اس کے کانوں میں آواز پڑی۔

"اسلام میں عورت کا درجہ" کی رائٹر ذواتا کروبی پر انتہا پسند مسلمان کا جان لیوا حملہ۔ ذواتا کروبی نے موقع پر ہی دم توڑ دیا۔ قاتل گرفتار۔۔۔"

اسے لگا' ساتوں آسمان اس کے سر پر آ گرے ہوں۔ وہ اپنی جگہ سے ایک قدم بھی ہل نہ پائی۔

"حملہ کرنے والے شخص کا نام سجاد التحسین معلوم ہوا ہے' جو کہ پولیس کی حراست میں ہے۔۔۔"

در و دیوار' چھت' زمین سب چکرانے لگے تھے۔ موبائل اور گاڑی کی چابی اس کے ہاتھ سے گر گئے۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ خود بھی دیوار کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی۔

"ایرانی نژاد ذواتا کروبی کو ان کی متنازعہ کتاب "اسلام میں عورت کا درجہ" کی اشاعت کے بعد ملک بدر کر دیا گیا تھا۔ وہ پچھلے پانچ سال سے مذہبی پناہ حاصل کرنے کے بعد امریکہ میں رہائش پذیر تھیں۔

www.Paksociety.com

www.Paksociety.com

مسلم فقہانے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا اور بعض نے انہیں واجب القتل قرار دیا۔ جس کے بعد ان پر آج کے جان لیوا حملے سے پہلے بھی بھارت میں ان کے اعزاز میں منعقد کی گئی ایک تقریب میں قاتلانہ حملہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے امریکی سنگر جیمز وولف سے شادی بھی کی مگر یہ شادی زیادہ عرصہ چل نہ پائی۔" نیوز کاسٹر کی آواز اب تک آرہی تھی مگر اب وہ کچھ سننے کے قابل نہ رہی تھی۔

"میں نہیں چاہتی تھی۔۔۔ میں نہیں چاہتی تھی ذوانا! تم واقعی مرجاؤ۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ "میں نے دل سے بددعا نہیں دی تھی تمہیں۔۔۔ میں تو۔۔۔ میں تو بس۔۔۔" وہ گھٹنوں پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ باہر لال آسمان ماتم کناں تھا۔

"حدیقہ!" عفت باہر آئیں تو اسے اس طرح روتے دیکھ کر پریشان ہو اٹھیں۔

"ماما۔۔۔" وہ سسک اٹھی۔

"کیا ہوا میری جان۔" انہوں نے اس کے قریب بیٹھ کر اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما۔

"ماما۔۔۔ میری بددعا اس کی جان لے گئی۔" وہ ان کے گلے لگ کر بلکنے لگی۔

"کیا کہہ رہی ہو بیٹا۔ کیسی بددعا، کس کی جان؟" عفت پریشانی سے پوچھ رہی تھیں مگر اس کی نگاہوں کے آگے منت کرتا ہوا دائم آکھڑا ہوا۔

"جو کہنا ہے مجھے کہو۔۔۔ جو بددعا دینی ہے مجھے دو۔۔۔ اسے کچھ مت کہو۔"

"دائم۔" اس کے منہ سے نکلا اور وہ ایک دم پیچھے ہو کر اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ عفت پریشانی سے اسے آوازیں دیتے ہوئے اس کے پیچھے گئیں، مگر وہ کمرا بند کر چکی تھی۔ وہ ایک دفعہ خودکشی کی کوشش کر چکی تھی اس لیے اب وہ فوراً" اس کی طرف سے پریشان ہو جاتیں۔ انہوں نے اس کے کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑانا شروع کر دیا۔

"ماما! پلیز مجھے دائم سے بات کرنے دیں۔" دروازہ کھول کر وہ ان کے سامنے آئی۔ "وہ وہاں اکیلا ہے ماما۔۔۔"

عفت کچھ نہ سمجھیں۔ وہ پھر سے اپنے کمرے میں بند ہو چکی تھی۔

وہ پریشان ہونے کے باوجود وہاں سے ہٹ گئیں۔

☆ ☆ ☆

کرسٹو فر الیگزینڈر کے دیے ہوئے پروجیکٹ کو مکمل کرنے کے لیے وہ پچھلے تین دنوں سے کھانا پینا، سونا جاگنا سب بھولا ہوا تھا۔ نیویارک میں کئی مذاہب سانس لیتے تھے۔ اس نے اور اس کے گروپ کے مائیکل اور سندھیا نے باہم مشورے سے ہر مذہب کی عبادت گاہ پہ ڈاکومنٹری فلم بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ آج وہ مسجد الرحیم اور پھر سینٹ تھامس چرچ میں کام کرنے کا ارادہ لے کر گھر سے نکلا تھا اور کام کے دوران وہ صرف کام کرتا تھا۔ ہر وہ شے جو اس کے کام میں دھیان میں دخل انداز ہو، اسے پرے کر دیتا تھا۔ اس لیے کام شروع کرنے سے پہلے موبائل کو بند کرنا بھی نہیں بھولتا تھا۔ جو وقت بے وقت بج اٹھتا تھا۔ کام ختم ہونے کے بعد مائیکل اور سندھیا کو الوداع کہہ کر بس اسٹاپ کی طرف چل پڑا۔ بس آنے میں ابھی پورے آٹھ منٹ باقی تھے۔ اس نے بینچ پر بیٹھ کر، کورڈر کا بیگ ساتھ رکھا اور تھکے تھکے سے انداز میں اس کی پشت سے ٹیک لگائی۔ اعصاب کو ذرا سکون ملا۔ اس نے اپنا موبائل جیب سے نکالا اور آن کیا ہی تھا حدیقہ کی کال آگئی۔

وہ حیران ہوا۔ بہت عرصہ ہوا، اس نے اب اسے خود سے کال کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس پر اپنا حق جتانا چھوڑ دیا تھا۔ سو اس وقت اس کا فون دیکھ کر اسے شدید حیرانی ہوئی۔ اس نے کال ریسیو کر کے کان سے لگایا تھا کہ حدیقہ کی روتی ہوئی آواز آئی۔

"میں نے اسے بددعا نہیں دی تھی دائم۔۔۔ یقین کرو میں نے اسے بددعا نہیں دی تھی۔" وہ بری طرح

ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا وہ بے حد پریشان ہو گیا۔

"حدیقہ کیا ہوا؟"

"دائم۔۔۔ میں کبھی نہیں چاہتی تھی، وہ مرجائے۔۔۔ میں نے تو بس یونہی۔۔۔ یونہی۔۔۔ کاش میں۔۔۔ مرجاتی۔"

"حدیقہ۔"

"جیسے میں نے پاپا کے لیے کہا، جیسے ماموں کے لیے کہا۔۔۔ حالانکہ میں کبھی نہیں چاہتی کہ وہ مرجائیں۔۔۔ ایسے ہی میں نے اسے بھی کہہ دیا تھا۔ پر میری بددعا اسے مار گئی دائم! میری بددعا اسے مار گئی۔"

"کس کی بات کر رہی ہو حدیقہ!" وہ رات بھر جاگ کر اپنے پروجیکٹ کے حوالے سے کام کرتا رہا تھا۔ دن بھر بھی اسی میں لگا رہا۔ اس لیے اس وقت اسے اپنا ذہن چست اور تروتازہ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اسے کچھ بھی سمجھ میں نہ آرہا تھا۔

"میری بددعا نے تم سے تمہاری خوشی چھین لی دائم!"

اس کے ذہن میں جھماکہ ہوا اور کچھ یاد آگیا۔ وہ اپنی جگہ جم سا گیا۔ پہلی بار اسے بہت غلط ہونے کا احساس ہوا۔ اس کا دل تیز تیز دھڑک کر رک سا گیا۔ حدیقہ کیا کہہ رہی تھی اسے سنائی نہیں دے رہا تھا۔ حدیقہ کیا کہہ رہی تھی اس کی سمجھ میں آنے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

کب خبر تھی، تمہیں جانا ہی تھا
ہم سے دامن چھڑانا ہی تھا
تیرا غم سہہ جاتا تو دو لفظ کہہ جاتا
جو سلسلہ تیرے میرے درمیاں رہا
وہ اک جینے کا ساماں رہا
تیرا غم سہہ جاتا تو دو لفظ کہہ جاتا
خفا خفا بہار گئی ہجر کا موسم ٹھہر گیا
تیری یادوں میں بیت ہر پہر گیا
تیرا غم سہہ جاتا تو دو لفظ کہہ جاتا
تجھے اکھیاں موند میٹھی نیند سونا تھا
ہمیں عمر بھر کو بے خواب ہونا تھا
تیرا غم سہہ جاتا تو دو لفظ کہہ جاتا

سنگی بینچ پہ بیٹھ کر وہ بازو میں سر دیے بچوں کی طرح رو دیا۔

کیسا عظیم نقصان ہو گیا اس کا، اور اس دکھ پہ کوئی اس کے آنسو پونچھنے والا نہ تھا۔ کوئی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کو سینے سے لگا کر دلاسا دینے والا نہ تھا۔ بس اک آسمان اس کا سنگی ساتھی بنا اس کا ساتھ نبھا رہا تھا۔ دونوں نے مل کر آنسو بہائے اور زمین نے ان دونوں کے آنسوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔

آج مسجد الرحیم میں شوٹ کرتے ہوئے اسے ایک دم سے ذوانا کی یاد آئی تھی۔ اس کو یہاں کتنی بار اس نے آتے دیکھا تھا۔ سجدوں میں پڑے دیکھا تھا، سسکتے ہوئے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے دیکھا تھا۔

"اے اللہ! ذوانا کو معاف کر دے۔" اس نے وہیں کھڑے کھڑے، بہت دل سے اس کے لیے دعا مانگی۔

سندھیا نے اس کا کندھا ہلا کر اسے متوجہ کیا کہ وہ کہاں کھو گیا ہے۔ وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"مجھے پتا ہوتا تو میں آج تمہارے ساتھ رہتا، میں تمہیں آج گھر سے نکلنے ہی نہ دیتا۔ میں تمہیں مرنے نہ دیتا۔" وہ بندہ بشر تھا۔ عالم دکھ میں عام آدمی کی طرح بھول گیا تھا کہ وہ حی وقیوم ہے، معبود و مقیت ہے۔

ساری رات وہ سو نہیں پایا تھا۔ اسپتال کے اندر باہر چکر کاٹتے ہوئے، وہاں کے عملے اور پولیس کی منتیں کرتے ہوئے، سڑکوں کی خاک چھانتے ہوئے وہ سسک سسک کر روتا رہا تھا۔ اٹھارہ گھنٹوں کی خواری کے بعد وہ اسے دیکھ پایا تھا۔

"اب تو مجھے اللہ کے پاس جا کر ہی سکون ملے گا۔"

اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے تابوت میں چہرہ دیکھا۔ اس وقت اسے اس کے منہ سے اکثر نکلنے

www.Paksociety.com

والے یہ الفاظ یاد آئے۔ اسے یہ بھی یاد آیا کہ اس نے آخری بار اسے اسی رات دیکھا تھا۔ جس کے طلوع ہونے والے سورج نے اسے دائمی جدائی بخش دی تھی۔

اس رات جب وہ اپنے بستر پہ جانے لگا تھا تو جانے کیوں اس کا بہت جی چاہا کہ زواتا کو دیکھے اس سے بات کرے۔ وہ اپنے فیصلوں سے پیچھے نہ ہٹتا تھا مگر زواتا کے معاملے میں اپنے فیصلے پہ قائم رہنا اس کے لیے مشکل ترین امر بن گیا تھا۔ اس معاملے میں دل سب سے بڑا باغی تھا۔ وہ نہ نہ کرتا ہوا اٹھ کر کھڑکی میں آکھڑا ہوا۔ یہ دیکھ کر اسے عجیب سا اطمینان ہوا کہ اس کی کھڑکی کھلی تھی۔ وہ آج بھی اسی حالت میں تھی، جس میں اس نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ سرتاپا چادر میں لپٹی ہوئی، سجدے سے اٹھتی ہوئی۔ اس کے پاس کیم کورڈر نہیں تھا۔ پھر بھی وہ جان گیا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ اس لمحہ اس نے اپنے رب سے دعا مانگی تھی۔

"اے میرے رب! زواتا کو سکون عطا فرما۔"

اسے لگا تھا اس کی دونوں دعائیں مستجاب ہوئیں۔ جاتے جاتے زواتا کے چہرے پہ سکون تھا۔ اس کے لبوں پہ ہلکا سا تبسم ٹھہر گیا تھا۔ جانے اس نے آخری لمحے میں کیا سوچا ہو گا۔

دائم منیب کو اس کی زندگی میں اپنے مقام کا درست تعین نہ کل تھا، نہ ہی آج۔

میڈیا کے پاس ایک ہی موضوع بچا تھا۔

زواتا کروبی۔۔۔ زواتا کروبی۔

شاید سب اتنا تکلیف دہ نہ ہوتا اگر زواتا کروبی کے ساتھ دائم منیب کا نام نہ جوڑا جا رہا ہوتا۔

میڈیا کے مطابق زواتا کروبی سے چھ سال چھوٹا دائم منیب اس کا وہ دوست تھا، جسے آخری دنوں میں اس کے ساتھ دیکھا گیا۔ وہ ایک پاکستانی جونیئر ڈائریکٹر تھا، جو نیویارک فلم اکیڈمی سے "ڈاکومنٹری فلم میکنگ" کا ایک سالہ کا پروگرام کرنے آیا تھا۔ جس کے کریڈٹ پہ ایک فلم تھی، جسے "تائیوان انٹرنیشنل ڈاکومنٹری فلم فیسٹیول" میں گرینڈ پرائز مل چکا تھا۔ فوٹیج میں ان دونوں کو اکٹھے پھولوں کی کسی نمائش میں دکھایا جا رہا تھا۔ ایک منظر میں وہ دونوں ایک فٹ پاتھ پہ ساتھ چلتے نظر آتے ہیں۔

دونوں گھروں میں اس کے سامنے یہ خبریں من گھڑت ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی جا رہی تھی۔ وہ مضمحل سا مسکرا دیتی۔ وہ اسے جس تکلیف سے بچانا چاہتے تھے، وہ اس کرب سے تین ماہ پہلے گزر چکی تھی۔ اب تو وہ اپنی شکل آئینے میں پہچاننے کی کوشش کرتی تھی۔

دائم نے اس کے بعد اس سے کوئی بات نہ کی تھی، بھی اس کا نمبر ملاتے ملاتے رک جاتی۔ وہ سوچتی اب ان کے بیچ بات کرنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔

زواتا کے جانے کا غم۔۔۔ اس پر سب کا ردعمل۔۔۔

امی اس سے بات ہی نہیں کر رہی تھیں۔ بابا نے عاق کرنے کا مژدہ سنا دیا تھا۔ بہن بھائی الگ خفا تھے۔ عائز تو تب سے ہی خفا تھا، جب اس نے اس سے حدیقہ کی خودکشی کی کوشش کی وجہ پوچھی تھی اور دائم نے پہلے تو ٹالنے کی کوشش کی، پھر اسے جھڑک دیا تھا کہ ان دونوں کے نجی معاملے میں دخل نہ دے۔

حدیقہ نے بھی اس دن کے بعد سے اس سے کوئی بات نہ کی تھی۔ نہ ہی وہ کرنا چاہتا تھا۔ ایک ایک پل اس کا جیسے کوئی امتحان لینے کو کمر کس کر کھڑا تھا۔ اس دن وہ سرد خانے سے ہو کر آیا تو اس کے قدم خود بخود ہی جو اٹھے تو زواتا کے اپارٹمنٹ کے سامنے جا کر رکے بند تھا۔ اسے اس کے قتل کے دن سے سیل کر دیا گیا۔ وہ کافی دیر وہاں کھڑا رہا۔

کھڑکی کی طرح یہ دروازہ بھی اس کے لیے ہمیشہ لیے بند ہو چکا تھا۔

پندرہ دن ہو گئے تھے، زواتا کی نعش سرد خانے میں پڑی تھی۔ اس کی بہنوں یا بھائی میں سے کوئی اس وارث نہیں ہو کر آیا۔ ایرانی حکومت یا ایرانی سفار

...نے کے کسی ترجمان کی طرف سے کوئی بیان جاری ...انہ ہی رابطہ ہوا۔ اس نے ان دو ہفتوں میں بہرنگ ...لی سے رابطہ کرنے کے ہر ممکن ذرائع استعمال ...یے۔ آخر وہ کامیاب ہو گیا۔ فیس بک پر اس کا اور زواتا ...ایک مشترک ایرانی دوست تھا فردین۔ دائم نے اس ...سے درخواست کی کہ وہ بہرنگ کروبی یا ماہ یار کا نمبر ...حاصل کر کے اسے دے۔ فردین نے اس سلسلے میں ...اس کی کافی مدد کی، مگر بہرنگ نے اس کی کوئی بھی بات ...نے بغیر یہ کہہ کر فون رکھ دیا کہ۔

"تمہارے لیے وہ تب ہی مر گئی تھی۔ جب وہ امریکہ ...ھاگ گئی تھی اور جب وہ تم جیسوں کے ساتھ منہ کالا ...کرتی رہی۔"

...پھر اس نے ماہ یار سے بات کی، اس نے خاموشی ...سے اس کی بات سنی تھی۔

"کس رشتے کی بنیاد پر اس کی نعش پر اپنا حق ... میں صرف اس کے لیے دعا کر سکتا ہوں۔"

اس نے ایرانی سفارت خانے سے رابطہ کیا مگر کوئی ...خاطر خواہ جواب نہ ملا۔ کوئی امیر، کوئی امام یہاں تک کہ ...کوئی عام سا مولوی بھی اس کی نماز جنازہ پڑھانے کو تیار ...نہ تھا۔ لوگوں کی ایک بھیڑ زواتا کروبی کو دیکھنے کے لیے ...ہسپتال کے باہر جمع رہتی، مگر ان میں شاید ہی کوئی ایسا ...جو اس کی فاتحہ پڑھنے آیا ہو، اس کے لیے دعائے ...مغفرت مانگنے آیا ہو۔ ان میں زیادہ تر پرنٹ اور ...الیکٹرانک میڈیا کے نمائندہ ہوتے یا وہ عیسائی اور ...یہودی ہوتے جو ہاتھوں میں گلدستے لیے زواتا کروبی کی ...بہ نظر بہادری اور عظمت کو سلام پیش کرنے ...آتے۔

"میں زندگی بھر یونہی پل پل جیوں گی، پل پل مروں ...گی اور جب مر جاؤں گی تو لاوارثوں کی طرح کسی سرد ...خانے میں پڑی رہوں گی۔ کوئی مجھے کندھا دینے نہیں ...آئے گا۔ کوئی میری مغفرت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ ...کرے گا۔ کوئی میری نماز جنازہ ادا نہ کرے گا۔"

...اس کے کانوں میں اس کی سسکیاں گونجتیں تو اس ...کی سانس رکنے لگتی۔ اسے لگتا اس کے سینے میں میخیں گاڑی جا رہی ہوں۔

"نہیں زواتا! میں تمہیں یوں رخصت نہیں ہونے دوں گا۔ میں تمہارے تمام خدشے تمام اندیشے باطل کر دوں گا۔ ان شاء اللہ تم بڑی شان سے جاؤ گی۔" پھر وہ نفی میں سر ہلاتا چلا جاتا۔

جب وہ اپنی تمام دوسری کوششیں کر چکا اور پھر بھی ناکامی ہوئی تو اس نے سوچ لیا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

☼ ☼ ☼

وہ زواتا کروبی تھی، جو ایئرپورٹ سے نکل رہی تھی۔ اس نے تنگ جینز کے ساتھ چست سی شرٹ پہن رکھی تھی۔ چہرے پر دھوپ کا چشمہ تھا۔ منظر بدلتا ہے۔

اب وہ کوئی پریس کانفرنس کرتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں اس کی متنازعہ تخلیق "اسلام میں عورت کا درجہ" تھی۔ منظر پھر بدل جاتا ہے۔

اب وہ جیمز وولف کے ہاتھ میں ہاتھ دیے کسی پارٹی میں نظر آ رہی تھی۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں حرام مشروب کا گلاس تھا۔

"یہ زواتا کروبی ہے جسے آپ جانتے ہیں۔"

اب اسکرین پر دائم منیب نظر آ رہا تھا ٹھہرے ہوئے دھیمے لہجے میں بات کرتا ہوا۔ "اور اب آپ دیکھیں، اس زواتا کروبی کو جسے میں جانتا ہوں۔"

کچھ تصویریں یکے بعد دیگرے دکھائی جاتی ہیں۔

پہلی تصویر میں وہ سر سے لے کر پاؤں تک سیاہ چادر میں چھپی دونوں ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہی تھی۔ دوسری تصویر میں وہ کسی مسجد کی صف میں بیٹھی نظر آ رہی تھی۔ تیسری تصویر میں وہ قرآن پاک تلاوت کرتی دکھائی دیتی ہے۔

پھر کچھ ویڈیو کلپس چلتے ہیں۔

"کاش! ہماری عورت جان جائے، یہ برابری عورت کو کتنا نیچا کر دیتی ہے۔۔۔" یکتا کروبی کی آنکھیں نم اور لہجہ نمناک تھا۔

"مسلمان معاشرے میں ہر رشتہ حلال اور طیب

ہے۔“

”اللہ نے تو عورت کو گھر کی ملکہ بنا دیا۔“

”اسلام میں عورت کا درجہ۔“ کی رائٹر کو دیکھ کر میں بھی پہچان نہیں پائی کہ وہ میں ہی تھی۔“

اب دنیا ایک ہاری ہوئی، شکست خوردہ ذوا تا کروبی کو دیکھ رہی تھی۔

دائم منیب ایک بار پھر اسکرین پر نظر آتا ہے۔

☼ ☼ ☼

وہ اس کی سامنے کھڑی تھی، نظریں جھکائے۔ وہ اس کے جھکے سر کو کچھ دیر دیکھتا رہا۔

”کیسی ہو؟“

اس نے جواب نہیں دیا، یونہی مجرموں کی طرح سر جھکائے رکھا۔ وہ جانتا تھا، وہ رو رہی ہے۔

ایک گہری سانس لے کر اس کے ہاتھ سے ٹرالی لے کر وہ چلنے لگا۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ راستہ بھر وہ دونوں خاموش رہے۔ اپارٹمنٹ آکر اسے فریش ہونے کا مشورہ دے کر دائم نے اس کے لیے کھانا لگایا۔ وہ جانتا تھا سفر میں اس نے کچھ کھایا نہ ہوگا، اس لیے کھانا تیار کر لیا تھا۔ اس نے تو اپنے آنے کا بتایا بھی نہ تھا۔ وہ تو اس کی روانگی کے بعد عائز نے اسے فون کیا تھا۔ جانے عائز اس سے کس بات کی معافی مانگ رہا تھا۔ جب اس نے استفسار کیا تو اس نے ”کچھ نہیں“ کہہ کر فون رکھ دیا۔ دائم کو لگا وہ رو پڑا تھا۔

حدیقہ اسے ایرپورٹ دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ بہت دیر اس کے چہرے سے نظریں ہٹا نہ سکی اور جب نگاہیں جھکیں تو اٹھا نہ سکی تھی۔ اور جہاں تک بات تھی دائم کی، وہ نہیں جانتا تھا کہ اس وقت وہ حدیقہ کے لیے کیا محسوس کر رہا ہے۔ مگر یہ حقیقت تھی کہ بہت دنوں بعد کسی اپنے کو سامنے دیکھ کر اس کے اندر سکون کا ایک احساس جاگا تھا۔

وہ خاموشی سے کاؤنٹر کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اب وہ رو نہیں رہی تھی مگر اس کا سرخ ہوتا چہرہ اور سوجی آنکھیں اسے تکلیف دے رہی تھیں۔

دائم نے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا اس نے چھڑا لیا، اس نے اس کے آنسو صاف کرنے چاہے اس نے چہرہ پھیر لیا۔

”مجھے ذوا تا کو دیکھنا ہے۔“ یہ پہلا جملہ تھا جو اس نے اب تک ادا کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

ذوا تا کروبی کے بے جان سرد وجود پہ پہلی نظر پڑی بہت دیر تک وہ پلکیں جھپکا نہ پائی۔ اس کے لبوں ایک مبہم سی مسکراہٹ تھی۔ اس مسکان کو ابد تک یونہی سجے رہنا تھا۔ وہ اپنے گناہوں کا لبادہ اتار کر ہلکی پھلکی ہو کر دنیا سے گئی تھی۔

”اگر میں اس کا چہرہ پہلے دیکھ لیتی تو کبھی اسے بددعا نہ دیتی۔“ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر سسک اٹھی۔

”تم اس گلٹ سے نکل آؤ کہ اسے تمہاری بد[دعا] نے مارا ہے حدیقہ!“ وہ اس کے قریب آکر بیٹھا۔ ”[تم] جانتی ہو، وہ دیاں بڑے سکون میں ہوگی۔ زندگی ا[سے] تکلیف دیتی تھی۔ موت نے اسے قرار بخشا ہوگا۔ [تم] نے دیکھا نہیں، اس سفر پہ جاتے ہوئے اس کے لبوں پہ کیسی مسکراہٹ ہے۔ وہ کتنی راحت میں ہے۔“

وہ چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اسے دیکھنے لگی۔ اس [کی] آنکھوں میں، اس کے چہرے پہ، اس کے لہجے [میں] کہیں نفرت نہیں تھی۔ جبکہ اسے اسی تصور [سے] خوف آتا تھا کہ دائم تنفر سے اس سے چہرہ پھیر [لے] گا، ساری عمر اس کی کالی زبان کو کوسے گا۔

”ہو سکے تو تم اتنا کرو کہ اللہ سے دامن پھیلا کر [اس] کے لیے مغفرت مانگو۔ اس کے لیے قبر کا سکو[ن] مانگو، اس کے لیے بہشت مانگو۔“ اس نے نرمی [سے] کہتے ہوئے اس کے تر چہرے کو صاف کیا۔

”مانگو گی ناں تم اس کے لیے دعا؟“

اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس [نے] ذوا تا کروبی کو بددعا دی تھی۔ اب دعا دینی تھی۔

☼ ☼ ☼

حکومت ایران نے ذوا تا کی میت ایران لانے اور [اس] کی مٹی میں اس کی تدفین کی اجازت دے دی تھی۔

[...] اس کی میت کو لے جانے کے لیے۔ بہرنگ کروبی [آیا] تھا، دائم اس کے تاثرات سے اندازہ نہیں کر پایا کہ [وہ] اپنی مرضی سے ایسا کر رہا ہے یا مجبوراً ”دنیا دکھاوے [کے] لیے“۔ جب ہر کوئی ذوا تا کو معاف کر چکا تھا تو اسے تو بھائی [ہو]نے کی حیثیت سے اعلا ظرفی دکھانی ہی تھی۔ اس [کے] ساتھ روشنک بھی تھی۔ ماہیار نے اسے بھیجا تھا۔ وہ ذوا تا کا عکس تھی۔ اس کے وجود کا حصہ تھی۔ وہ بے اختیار اسے پیار کرتا چلا گیا۔

”تم جانتی ہو، تمہاری ماما بہت اچھی تھی۔“ وہ [...]ی میں اس سے کہہ رہا تھا۔

[و]ہ اپنی بڑی بڑی آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھنے [لگی]۔ اس نے تو اپنی ماں کے نام پر ہر ایک کو کانوں کو [ہاتھ] لگاتے ہوئے، استغفار کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور [اس] کا یہ ماموں جو اس وقت کسی چینل کو انٹرویو دے رہا [تھ]ا، اس کو تو اس نے اپنی ماما کے نام پر تھوکتے ہی دیکھا [تھ]ا اور سامنے کھڑا یہ شخص کہہ رہا تھا کہ اس کی ماں [بہ]ت اچھی تھی۔

”وہ تم سے بہت پیار کرتی تھی۔“

[و]ہ پھر سوچ میں پڑ گئی۔ لالے ماں تو کہتی تھی کہ اس [کی] ماں کو اس کی ذرا پروا نہ تھی۔ وہ اسے پھینک کر چلی [گئی]۔

”وہ دن رات تمہیں یاد کرتی تھی۔“

مگر میں تو انہیں یاد نہ کرتی تھی۔ بابا یاد کرتے [تھ]ے۔ تب ہی تو لالے ماں ہمیشہ چلاتی رہتی ہیں۔

”اپنی ماما کے لیے دعا کرنا۔“

اس کے باپ نے بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھتے [ہو]ئے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا تھا کہ اپنی [ما]ں کے لیے دعا کرنا۔

”روشنک! تمہیں میری باتیں سمجھ میں آرہی [ہیں]؟“

www.Paksociety.com

اس نے دھیرے سے سر ہلا دیا۔ وہ اس کے ہاتھوں کو تھام کر بے اختیار رو دیا۔

☼ ☼ ☼

اب جب ذوا تا کروبی اہل مسلم کے لیے قابل نفرت نہ رہی تھی، جب دل اس کے لیے نرم پڑ گئے تھے تو مسلمان تجزیہ نگاروں کی طرف سے ایک اور بحث سامنے آئی تھی کہ ذوا تا کروبی کا قتل محض کسی مذہبی شدت پسند کا وقتی اشتعال تھا یا باقاعدہ ایک سازش تیار کر کے اس کی جان لی گئی۔ دین اسلام کی طرف اس کا واپسی کا سفر یقینی طور پر اسلام دشمن دنیا سے چھپا ہوا نہ تھا۔ ذوا تا کروبی اور اس کی کتاب ”اسلام میں عورت کا درجہ“ تو ان کی جیت تھی۔ دین اسلام کو بدنام کرنے کے لیے، اس سے متنفر کرنے کے لیے.... انہوں نے اسے مہرے کے طور پر استعمال کیا تھا۔ اب ذوا تا کروبی کی جس آنے والی کتاب کا ذکر دائم منیب نے کیا تھا۔ یقیناً اس کی بھنک انہیں پڑ گئی تھی۔ اگر وہ اس کتاب کو مکمل کر لیتی تو ذوا تا کروبی اور اس کی دوسری آنے والی کتاب غیر مسلم دنیا کی عظیم ہار ہوتی۔ اس لیے یہ بات ثابت ہو گئی کہ باقاعدہ ایک سازش تیار کر کے ذوا تا کروبی کی جان لی گئی ہے۔

☼ ☼ ☼

وہ پچھلے ایک گھنٹے سے کھڑکی میں کھڑا تھا۔

سامنے والی کھڑکی بند تھی اور اس کی نگاہیں تھیں کہ وہیں جمی تھیں۔

آج ذوا تا رخصت ہو گئی تھی۔ دائم نے اس کی بیٹی کو ایک تصویر دی تھی جس میں ذوا تا نے گلابی گلاب کی ایک کلی پہ اپنے لب رکھے ہوئے تھے۔ اس کے پیچھے دائم نے ذوا تا سے وہی جملہ لکھوایا تھا جو اس نے پھولوں کی نمائش میں ادا کیا تھا۔

”من روشنک از این گل زیبا تر است“ (میری روشنک اس پھول سے زیادہ پیاری ہے) نیچے ذوا تا کے دستخط تھے۔ اس نے یہ تصویر اپنی فلم کے لیے سنبھال لی تھی۔ وہ اسے بعد میں روشنک کو ہی دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ تاکہ ماں سے اگر وہ متنفر بھی ہے تو اس کی غلط فہمی دور ہو سکے۔ اسے خبر نہ تھی کہ وہ اسے یہ تحفہ کس موقع پر دے گا۔

”تم اور میں شاید آخری بار مل رہے ہیں روشنک! میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا، تمہاری ماما بہت اچھی تھی۔“ اس نے اس کے ماتھے پہ بوسہ دے کر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

حدیقہ میز پر کھانا لگا کر اسے بلانے آئی تھی۔ وہ جب سے ذوا تا کی میت روانہ کر کے ایئر پورٹ سے واپس آیا تھا، خاموش تھا۔ وہ آہستگی سے چلتی ہوئی اس کے پاس آکھڑی ہوئی۔ اس کے آنسو خاموشی سے بہہ رہے تھے۔ وہ اپنے لب کچلنے لگی۔ جس دن سے وہ آئی تھی اس نے اسے روتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ بہت مضبوط رہا تھا۔ اس کے آنسو پونچھے تھے۔ اس کے احساس جرم کو مٹایا تھا۔ اور آج وہ خود رو رہا تھا۔

محبوب اگر آپ کے سامنے کسی اور کے لیے روئے تو اسے کن لفظوں میں تسلی دی جائے، کن فقروں سے اس کا غم بانٹا جائے، اس کی سمجھ ابھی اسے نہ تھی۔ حدیقہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔

”مجھے سمجھ میں نہیں آتا حدیقہ! اگر اسے یوں چلے ہی جانا تھا تو وہ میری زندگی میں آئی کیوں۔“ اس کی نگاہیں ابھی بھی اس کی کھڑکی پر تھیں۔

”تمہارا اس کی زندگی میں آنے کا ایک مقصد تھا! وہ تم نے پورا کر دیا دائم!“

اس نے کھڑکی سے نگاہیں ہٹا کر اس کی جانب دیکھا۔

”تم نے لوگوں کو اس کی اصل صورت دکھا دی۔ جو لوگ اس کا نام سن کر کانوں کو ہاتھ لگاتے تھے۔ توبہ توبہ کرتے تھے، ان تک تم نے ذوا تا کی توبہ پہنچا دی۔“

”توبہ کا تعلق براہ راست اللہ سے ہوتا ہے اور جانتا تھا وہ اپنے گناہ سے توبہ کر چکی تھی۔ لوگوں کا سب جاننا ضروری نہیں تھا حدیقہ!“

”ضروری تھا۔ اللہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ جو ذلت ذوا تا نے چنی تھی، اس ذلت کو عزت میں تو بدلنا تھا ناں۔ اس کی بیٹی کا جھکا ہوا سر بھی تو بلند ہونا تھا رب نے۔ اس کو اس کی مٹی میں واپس بھی لانا تھا۔ رب نے تمہیں وسیلہ بنایا تھا دائم۔“

ذوا تا نے حدیقہ کو بھی بہت کچھ سکھا دیا تھا ورنہ وہ کبھی اتنی وسیع النظر نہ تھی۔

اور دائم سوچ رہا تھا اگر حدیقہ صحیح کہہ رہی تھی۔ اگر اس کی زندگی میں ذوا تا کے آنے کا مقصد یہ ہی تھا تو پھر اس کے دل میں اللہ نے اس کی محبت کیوں ڈالی؟

یہ سوال آپ خود سے کرتے رہ جاتے ہیں اور عمر بھر ان کا جواب نہیں ملتا۔

☼ ☼ ☼

حدیقہ واپس چلی گئی۔ دائم بھی اس کے ساتھ ہی جانا چاہتا تھا۔ اب وہ یہاں رہنا نہ چاہتا تھا مگر اس نے اسے کورس مکمل کرنے پہ اصرار کیا تھا۔ اسے لگتا تھا ابھی وہ اس کے ساتھ چلا بھی گیا تو ذوا تا کی یادیں اسے کبھی مکمل طور پر اس کا نہ ہونے دیں گی۔ اس کا خیال پلٹ پلٹ کر اس دریچے میں جائے گا۔ وہ اسے وقت دینا چاہتی تھی کہ وہ اس کی یادوں کے ساتھ وقت گزار لے اور اس حقیقت کو کسی طرح قبول کر لے کہ اب وہ اس کی زندگی میں نہیں رہی۔ پھر شاید جب وہ لوٹے تو مکمل اسی کا ہو۔

ذوا تا کی تدفین ہو چکی ہے۔ اس کی نماز جنازہ لاکھوں لوگوں نے ادا کی۔ لاکھوں لوگوں نے اس کی مغفرت کی دعا مانگی۔ دائم منیب نے اس کے ہر خدشے کو غلط ثابت کر دیا تھا، لوگوں کے دلوں سے اس کی نفرت کو نکال دیا تھا۔

ایک ایرانی چینل پر روشنک نظر آئی تھی۔ اس سے اس کی ماں کے بارے میں پوچھا جا رہا تھا۔ جس کے جواب میں اس نے ایک ہی جملہ ادا کیا تھا۔

”من عاشق مادرم۔“ (مجھے اپنی ماں سے پیار ہے۔)

دائم نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا دیا۔ اسے لگا ذوا تا کے لبوں پہ بھی مبہم سی مسکراہٹ گہری ہو گئی ہو گی۔

دائم منیب اب بھی جب تھکا ہارا کیمپس یا اسٹوڈیو سے لوٹتا ہے تو اس کھڑکی کے آگے آ کھڑا ہوتا ہے۔ اس نے نیک نیتی سے زندگی حدیقہ کے سنگ گزارنی تھی۔ مگر یہ دل تھا جو وہ ذوا تا کو بھول نہیں پا رہا، نہ ہی اس نے ایسی کوئی کوشش کی بھی۔ وہ اسے یاد رہے گی تو اس کا ادھورا کام وہ مکمل کرے گا۔ وہ جانتا ہے اس کھڑکی کے پار اسٹڈی ٹیبل پر، یا شاید بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر یا پھر کونے پر پڑے فلور کشن کے نزدیک رکھے ریک پر اس کی دوسری ادھوری کتاب کے صفحات پھڑپھڑا رہے ہوں گے۔

وہ کتاب جس کو پھر لکھنے کا مشورہ اس نے ذوا تا کو دیا تھا۔ جس میں اسے اپنے ہر سوال کا جواب اسے خود دینا تھا، اپنے ہر اعتراض کو دلیل کے ساتھ خود رد کرنا تھا، وہ اپنا یہ عزم پورا نہ کر سکی۔

قوی امکان یہ تھا کہ یہ صفحات اب وہاں سرے سے موجود ہی نہ ہوں۔ مسلمان تجزیہ نگاروں نے جو بحث اٹھائی تھی وہ نکتہ اس کے ذہن میں سب سے پہلے آیا تھا۔ اسے بھی لگتا تھا کہ ذوا تا کافروں کی سازش کا شکار ہوئی ہے۔ وہ سوچ چکا ہے اسے کیا کرنا ہے۔ اسے مسلمان دشمنوں کے ارادوں کو کامیاب نہیں ہونے دینا۔ اسے ذوا تا کے ادھورے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ ”اسلام میں عورت کا درجہ۔“ بنانی ہے۔ اس فلم کو دیکھ کر کوئی ایک بھی عبرت حاصل کر گیا، کوئی ایک بھی بھٹکنے سے بچ گیا، کوئی ایک بھی راہ ہدیٰ پہ چل پڑا تو اسے اپنے مقصد میں کامیابی ہو جاتی۔ اب اسے کسی تمغے، کسی ایوارڈ کا لالچ نہیں رہا۔ اسے یہ سب کچھ اس محبت کے صدقے کرنا ہے، جو اس کو شہد رنگ آنکھوں والی لڑکی سے ہو گئی تھی۔

☼